37

لاہور

# ندائے خلافت

www.tanzeem.org

ہفت روزہ

21 تا 27 شوال المکرّم 1432ھ/ 20 تا 26 ستمبر 2011ء

اس شمارے میں

قوم عادؔ کا نہیں، قوم یونسؑ کا طرزِ عمل اپنایئے!

عبادت اور اتباع

کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں......

غزوۂ احزاب

قائداعظم کا نعرۂ خلافت (II)

علامہ اقبال اور قادیانیت

اے اللہ!
میں نے تجھے تیرے مظاہر میں پالیا!

آزمائش یا عذاب؟

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

## توکل کا صحیح مفہوم

عام طور پر توکل کے یہ معنی لیے جاتے ہیں کہ ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ جاؤ۔ یہ توکل نہیں ہے بلکہ پوری طرح محنت کرنا ضروری ہے، جیسا کہ قرآن حکیم دشمن کے خلاف وسائل حرب تیار رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ فرمایا:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ ..........﴾ (الانفال:60)

''اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لیے تیار رکھو۔''

کسی شاعر نے اس شعر میں توکل کا سارا مفہوم ومدعا بیان کر دیا ہے ؎

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
نتیجہ اس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

مگر تمام اسباب وذرائع کے ہوتے ہوئے کبھی یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ان وسائل کی وجہ سے نتیجہ برآمد ہو جائے گا، بلکہ وہی ہوگا جو اللہ چاہے گا، "مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ" یعنی جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ہو گیا اور جو نہ چاہا وہ نہیں ہو سکا۔ مثلاً ایک شخص نے کسی کام کے لیے بڑی محنت وکوشش کی، عرصہ دراز تک تگ ودو کرتا رہا مگر وہ نہ ہو پایا، اور کسی وجہ سے موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ تو اگر اس کے دل میں توکل نہ ہوگا تو اس کا حال یہ ہوگا کہ رنج وغم اور صدمہ لیے بیٹھا ہے کہ اتنی محنت کی، پیسہ خرچ کیا، سفارشیں لڑوائیں، لوگوں کی خوشامد کر کے اپنی عزت کو برباد کیا، سب کچھ کر کے دیکھ لیا مگر کام نہیں بنا۔ لیکن اگر ایمان بالقدر موجود ہو اور بالخصوص توکل دل میں سمایا ہوا ہو تو ایسی صورت میں اُسے نہ کوئی پریشانی ہوگی اور نہ خلافِ توقع نتائج پر رنج والم ہوگا۔

**حقیقت ایمان**

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

# سورۃ یونس

(آیات:56تا60)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٥٦﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى
وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿٥٨﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۭ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى
اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٦٠﴾

’’وہی جان بخشتا اور وہی موت دیتا ہے اور تم لوگ اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔ لوگو، تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آ پہنچی ہے۔ کہہ دو کہ (یہ کتاب) اللہ کے فضل اور اس کی مہربانی سے (نازل ہوئی ہے) تو چاہیے کہ لوگ اس سے خوش ہوں یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔ کہو کہ بھلا دیکھو تو اللہ نے تمہارے لیے جو رزق نازل فرمایا تو تم نے اس میں سے (بعض کو) حرام ٹھہرایا اور (بعض کو) حلال۔ ان (سے) پوچھو کہ اللہ نے اس کا تمہیں حکم دیا ہے یا تم اللہ پر افتراء کرتے ہو؟ اور جو لوگ اللہ پر افتراء کرتے ہیں وہ قیامت کے دن کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں؟ بے شک اللہ لوگوں پر مہربان ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔‘‘

فرمایا، زندگی اور موت دینے والا اللہ ہی ہے۔ اُسی کے ہاتھ میں یہ اختیار ہے۔ اب جو یہ دو آیات آ رہی ہیں عظمت قرآن کے ضمن میں عظیم خزانہ اور افادیت کے اعتبار سے نہایت جامع آیات ہیں۔ دیکھو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے اور یہ دوا اور شفا ہے ان بیماریوں کی جو تمہارے سینوں میں ہیں۔ یہاں جو ترتیب ہے قابل غور ہے، اور لفظ ’’موعظہ‘‘ بڑا اہم ہے۔ اگر دل سخت ہو گئے ہوں تو اُن پر کوئی کلام اثر نہیں کرے گا۔ ؏ مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر۔ لہٰذا اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ پہلے دلوں کو نرم کیا جائے۔ دل سخت ہو گا تو تلقین و موعظت کوئی فائدہ نہ دے گی۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے سخت زمین پر بارش برسے تو پانی بہہ جاتا ہے، جذب نہیں ہوتا۔ لہٰذا بارش کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، یا آدمی بیمار ہو، اُسے دوا پلائی جا رہی ہو، مگر اُسے اُلٹیاں آ رہی ہوں، دوا معدے میں نہ جا رہی ہو، تو کوئی اثر نہیں ہوتا۔ دوا معدے میں جائے گی تو اثر کرے گی۔ اس لیے یہاں پہلے لفظ ’’موعظہ‘‘ لایا گیا۔ یعنی وعظ و نصیحت کے ساتھ دل کو نرم کیا جائے جو سخت ہو گیا ہے۔ وعظ ایسی بات کو کہتے ہیں جو دلوں میں گداز پیدا کرے، نرمی لائے۔ پھر جب وہ دوا بن کر جذب ہو جائے تو اب اس کی تاثیر ظاہر ہو گی اور دلوں کے اندر جو روگ ہیں ان کو ختم کرے گی۔ دل کے اندر جو امراض ہیں وہ کیا ہیں؟ دنیا کی محبت، دولت کی محبت، جائیداد اور اولاد کی محبت، بیویوں کی محبت۔ یوں سمجھئے کہ دنیا ایک شے ہے، اُس میں یہ ساری چیزیں آ جائیں گی۔ جیسا کہ دوسری جگہ ہے: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ﴾ (آل عمران:14) پھر دلوں میں رعب، تکبر، حسد اور بغض جیسی بیماریاں ہیں۔ قرآن ان کو باہر کرے گا۔ قرآن ان کا علاج ہے۔ قرآن مجید اولاً تو موعظہ ہے، وعظ و نصیحت ہے، پھر یہ علاج ہے اُن بیماریوں کا جو سینوں کے اندر ہیں اور پھر یہ ہدایت ہے۔ بیماری اندر سے نکل جائے گی تو اب ہدایت کے داخل ہونے کی گنجائش پیدا ہو جائے گی اور قرآن کی راہنمائی حاصل ہو جائے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اہل ایمان کے لیے یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی رحمت ثابت ہو گا۔ پھر معلوم ہو جائے گا کہ رحمٰن کی رحمانیت کا مظہر اتم یہ قرآن ہے۔

اے نبیؐ! ان سے کہہ دیجئے، یہ قرآن اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے نازل ہوا ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے سب سے بڑی دولت ہے جو اُس نے بنی نوع انسان کو دی، اس پر خوشیاں مناؤ۔ جشن منانا ہے تو قرآن کا مناؤ۔ یہاں ’’فلیفرحوا‘‘ کا لفظ آیا ہے۔ یہ فرح مادہ سے ہے۔ فرح کا معنی ہے خوشی سے پھولے نہ سمانا۔ یہ لفظ قرآن مجید میں عموماً اچھے معنوں میں نہیں آتا، لیکن یہاں آیا ہے کہ پس خوشیاں مناؤ۔ خوشیاں منانی ہیں تو اس قرآن پر مناؤ —— تم کہاں کہاں سے دنیاوی ساز و سامان لے کر جمع کر رہے ہو۔ سجاوٹ کا سامان اکٹھا کر رہے ہو۔ Antiques پر پیسے فضول میں خرچ کر رہے ہو۔ ان سب چیزوں سے یہ قرآن کہیں بہتر ہے۔

ان سے کہیے کہ تم نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ اللہ نے تمہارے لیے رزق اتارا ہے، پھر تم نے اس میں سے از خود کسی کو حرام قرار دے دیا ہے، اور کسی کو حلال۔ ان سے پوچھیے، کیا اللہ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے یا تم اللہ پر افترا بازی کر رہے ہو۔ یہ ساری باتیں سورۃ الانعام میں آ چکی ہیں۔ پھر سورۃ المائدہ میں آخری بات یہ آئی تھی کہ انہوں نے من گھڑت شریعت بنا رکھی تھی۔

اور کیا گمان ہے قیامت کے دن کی نسبت ان لوگوں کا جو اللہ کی طرف غلط باتیں منسوب کر رہے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تو لوگوں کے حق میں بہت فضل والا ہے لیکن ان کی اکثریت شکر گزار نہیں۔ وہ اللہ کی نعمتوں کا حق نہیں مانتی۔ قارئین! کوشش کر کے ان آیتوں کو یاد کر لیں، اور اِن کا مفہوم ذہن نشین کر لیں کہ پہلے دل میں نرمی پیدا ہو، پھر قرآن اس میں جذب ہو ؏ چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود۔ ایسا نہ ہوا کہ پانی چکنے گھڑے پر گرا اور باہر ہی بہہ گیا، اندر جذب ہی نہیں ہوا۔ تو پہلے دل کی نرمی ہو۔ اس کا سامان بھی قرآن میں ہے۔ دوا بھی قرآن ہے۔ ہدایت بھی قرآن ہے۔ رحمت بھی قرآن ہے۔ اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی نوع انسانی پر سب سے بڑی نعمت قرآن حکیم ہے۔

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیمِ اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

# ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

21 تا 27 شوال المکرم 1432ھ — جلد 20
20 تا 26 ستمبر 2011ء — شمارہ 37

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail: markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ........ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## قومِ عادؑ کا نہیں، قومِ یونسؑ کا طرزِ عمل اپنائیے!

عذابِ الٰہی کے الفاظ ہمارے سیکولر ہم وطنوں کو بجلی کے کرنٹ کی طرح لگتے ہیں اور وہ ردِّعمل میں چیخنا شروع کر دیتے ہیں، لیکن وہ خود ہی ہمیں بتا دیں کہ پاکستان کے طول و عرض میں عوام کو بدترین مصائب والام کا جو سامنا ہے ہم اُسے کیا نام دیں۔ پنجاب میں ڈینگی کی وبا خوفناک صورت اختیار کر گئی ہے۔ حکومت کی طرف سے پیش کردہ اعداد و شمار تو اُن مریضوں کے حوالہ سے ہیں جو ہسپتالوں کا رخ کرتے ہیں، جو کُل متاثرین کا شاید ایک یا دو فیصد ہوں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ لاہور بھی متاثر ہے اور تین سو کلو میٹر دور راولپنڈی اسلام آباد بھی متاثر ہیں جبکہ چند کلو میٹر دور واہگہ بارڈر کے اُس پار کسی ایک شخص کی بھی اِس مرض میں مبتلا ہونے کی اطلاع نہیں۔ پنجاب کے ''خادمِ اعلیٰ'' اگرچہ بڑی دوڑ دھوپ کر رہے ہیں لیکن ع ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' سی صورتِ حال ہے۔ سندھ میں سیلاب نے نہیں، بارش کے پانی نے وہ تباہی مچائی ہے کہ ٹیلی ویژن کی سکرین پر نگاہ دوڑاتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ دودھ دینے والے ہزاروں جانور جو دیہاتیوں کا کُل سرمایہ ہوتے ہیں اُن کی لاشیں پانی میں تیرتی نظر آتی ہیں۔ پانی میں محصور، اور ڈوبتے ہوئے بنیادی ضرورتوں سے محروم انسان کھلے آسمان تلے پڑے ہیں۔ وڈیرے اور جاگیردار سیلابی پانی کا رخ موڑ کر اپنی زمین بچا لیتے تھے، بارش کے پانی سے خود کو نہ بچا سکے۔ مکان زمین برد اور فصلیں تباہ ہو گئی ہیں۔ کراچی میں ٹارگٹ کلرز اگرچہ وقفہ کر رہے ہیں لیکن یہاں بھی بارشوں نے بڑی تباہی مچائی ہے۔ خیبر پختونخوا ایک عرصہ سے بارود کا ڈھیر بنا ہوا ہے۔ دہشت گردوں کو جب موقع ملتا ہے، اُسے دیا سلائی دکھاتے ہیں۔ درجنوں انسان ایک ہی دن میں لقمۂ اجل بن جاتے ہیں اور وہاں کی حکومت اور صاحبانِ اقتدار قلعوں میں بند ہو کر دہشت گردی کے خلاف صرف بیانات جاری کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ بلوچستان میں ٹارگٹ کلنگ اپنے عروج پر ہے۔ پنجابیوں کو بسوں سے اتار اتار کر قطار اندر قطار گولیوں سے بھون دیا جاتا ہے۔ لوگ گھروں سے اُٹھا لئے جاتے ہیں۔ پھر اُن کی مسخ شدہ لاشیں سڑکوں کے کنارے مل جاتی ہیں۔ ایک عرصہ ہوا، بلوچستان لبریشن آرمی کا قیام ہو چکا ہے، جو آزاد بلوچستان کے لیے ''جہاد'' کر رہی ہے۔ وہ سیاسی جماعتیں کہ عوام کو ریلیف دینا اور امن وامان قائم کرنا جن کی ذمہ داری ہے، وہ باہم دست و گریباں ہیں، یہاں تک کہ حکومتی اتحادی ایک دوسری پر سنگ باری کر رہے ہیں۔ بیرونی خطرات ریڈ لائن کراس کرتے صاف دکھائی دے رہے ہیں۔ دشمن جان بہ لب جسد کے سر پر گِدھوں کی طرح منڈلا رہے ہیں، بلکہ کبھی کبھار چونچ یا پنجہ مار کر ٹھنڈے ہوتے جسد کو مزید زخمی بھی کر دیتے ہیں اور سر پر موجود اُس کے سانس کی گنتی کر رہے ہیں۔ جس کسی نے دروغ گوئی کا ٹھیکہ نہیں لیا ہوا اور ایمان کی کوئی رتی اگر باقی ہے تو صاف صاف بتائے کہ کیا ہم نے کوئی مبالغہ کیا ہے، ہم نے صورتِ حال کو کوئی بڑھا چڑھا کر بیان کیا؟ یہ سب صحیح ہے تو پھر اسے عذابِ الٰہی نہ کہیں تو خدارا بتاؤ کہ کیا کہیں۔

درحقیقت انتہائی بدقسمت اور بڑے بدبخت ہیں وہ لوگ جو اللہ کو اِلٰہ ماننے سے انکاری ہیں، جو کائنات کے خالق و مالک کو عملاً اپنا رب ہی نہیں مانتے اور نیچر اور نیچر کی قوتوں کی بھول بھلیوں میں خود کو گم کر چکے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ کا یہ فتویٰ صد فی صد صادق آتا ہے جو اُس نے سورۃ الحشر کی آیت 19 میں دیا ہے۔ (ترجمہ) ''اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے، تو اللہ نے اُنہیں خود اپنے آپ سے بھلا دیا۔ یہی ہیں فاسق لوگ۔'' اللہ رب العزت قرآن پاک میں ایک جگہ اِن لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ ''حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔'' ہم سمجھتے ہیں کہ دل کے اسی اندھے پن کے سبب آنکھوں سے کائنات کا نظارہ کرنے کے باوجود یہ لوگ خالق کائنات کو پہچاننے میں ناکام ہیں۔ پہلے کہتے

تھے کہ اگر یہ عذاب الٰہی ہے تو غریب ہی اس کا نشانہ کیوں بنتے ہیں۔ ہم نے انہیں لاکھ سمجھانے کی کوشش کی، مثلاً یہ کہ اللہ کی سنت ہے کہ دنیا میں گندم کے ساتھ گھن بھی پستا ہے۔ آخرت میں انہیں الگ الگ کیا جائے گا۔ پھر یہ کہ اللہ آبادی کے ایک حصے کو مصائب میں مبتلا کر کے دوسروں کو عبرت حاصل کرنے کا موقع دیتا ہے۔ غریب اگر چھوٹے چھوٹے مفادات کے حصول کے لیے اللہ کی بجائے اپنے بڑوں اور سرداروں کی پیروی کریں گے تو اُن کا انجام مختلف کیسے ہوگا اور جب تمہارا معاشی نظام انسانوں کی عظیم اکثریت کو غربت کی طرف دھکیل دے گا تو چاہے عذاب اُمراء کی قلیل تعداد کو بھی متاثر کر رہا ہو، ڈوبتے اور مرتے تو غریب ہی نظر آئیں گے وغیرہ وغیرہ۔ مگر ہم جیسوں کی یہ کب سنتے ہیں۔ امسال اللہ نے انہیں منہ توڑ جواب دے دیا۔ ڈینگی نہ غریب کو دیکھ رہا ہے نہ امیر کی پروا کر رہا ہے۔ سندھ کے وڈیرے اور جاگیردار سیلاب کا رُخ موڑ لیتے تھے، بارش کے اُس تباہ کن پانی کا کیا کریں گے جو آسمان سے اتر کر اُن کی زمینوں پر ڈیرے ڈال رہا ہے۔ اربوں روپے کی فصلیں تباہ ہو چکی ہیں۔ پختونخوا اور بلوچستان کے سردار اور نواب تو پہلے ہی اپنے علاقوں سے بھاگ چکے ہیں کہ وہ دھماکوں کا نشانہ بن رہے تھے۔

قارئین کرام! ہمیں کوئی ضد نہیں ہے کہ ہم اِن سے تسلیم کروائیں کہ یہ عذاب الٰہی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر قوم کو خصوصاً اِن بڑوں، لیڈروں اور سرداروں کو احساس اور ادراک ہی نہیں ہوگا کہ وہ اپنے گناہوں کی بنا پر عذاب کی لپیٹ میں ہیں تو توبہ کی طرف کس طرح آئیں گے۔ وہ ایسے کام کرنے سے باز کیسے آئیں گے، جن سے اللہ کا غضب بھڑک اُٹھتا ہے۔

کراچی میں بارش کے آغاز میں جب ہم نے یہ خبر سنی کہ بہت سے خاندان بادلوں کو آسمان پر تیرتے ہوئے دیکھ کر ساحل سمندر پر پکنک منانے اور موسم سے لطف اندوز ہونے کے لیے پہنچ گئے۔ جب شدید بارش نے تباہی مچائی تو ہمارا ذہن سورۃ الاحقاف کی آیت 24 کی طرف منتقل ہو گیا، جس میں قوم عاد پر عذاب کا ذکر ہے، جو عذابِ الٰہی کی آندھی کے لیے اُٹھنے والی گھٹا کو برساؤ بادل سمجھ بیٹھی تھی۔ (ترجمہ) ''پھر جب انہوں نے اس (عذاب کو) دیکھا کہ بادل (کی صورت میں) ان کے میدانوں کی طرف آ رہا ہے تو کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کر رہے گا۔ (نہیں) بلکہ (یہ) وہ چیز ہے، جس کے لیے تم جلدی کرتے تھے یعنی آندھی جس میں درد دینے والا عذاب بھرا ہوا ہے۔''

علماء کرام نے توبہ کی بہت سی شرائط بیان کی ہیں، ہم یہاں دو اہم ترین شرائط کا ذکر کیے دیتے ہیں۔ اولاً یہ کہ انسان اپنی مذمت کرے اور دل میں شرمندگی محسوس کرے کہ وہ اللہ کا بندہ ہونے کے باوجود اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کرتا رہا ہے۔ ثانیاً یہ کہ مصمم ارادہ کرے کہ وہ آئندہ ایسے اعمال کبھی نہیں دہرائے گا۔ کبھی اِس طرف رخ بھی نہیں کرے گا بلکہ اِن کا خیال بھی ذہن میں آئے تو اُسے جھٹک دے گا اور اللہ سے گڑگڑا کر دعا کرے کہ وہ اُس کے سابقہ گناہ معاف کر دے، وہ آئندہ اپنے رب کا بندہ بن کر زندہ رہے گا۔ یہ توبہ نجی اور اجتماعی دونوں سطح پر ہونی چاہیے۔ اگر قوم اپنے اصل راستے سے انحراف کر کے غلط موڑ مڑ چکی ہے تو وہ صراطِ مستقیم پر ازسرنو گامزن ہو۔ تب تو اللہ رب العزت کی رحمت سے توقع ہے کہ وہ انسان کو ڈھانپ لے، اپنی پناہ میں لے لے اور کشتی کو منجدھار سے نکال کر ساحل سے لگا دے۔ یاد رکھیں، انسان ہمیشہ گناہوں پر اصرار سے تباہ و برباد ہوا ہے۔ آیئے، اشتہاری اور نمائشی قسم کی توبہ کی بجائے خلوص دل سے توبہ کرتے ہوئے طے کریں کہ زندگی کا رخ بدل دیں گے یعنی توبۃ النصوح کریں اور روپیہ و دینار کی غلامی کی بجائے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی غلامی اختیار کریں گے۔ نجی سطح پر بھی زندگی میں احکامِ شریعت کی پابندی کریں گے اور اجتماعی سطح پر بھی اللہ کا دیا ہوا وہ نظام ملک میں نافذ کریں گے جو عدل و قسط پر مبنی ہے۔ ہمیں قومِ عادؑ کا نہیں، قومِ یونسؑ کا طرزِ عمل اپنانا ہوگا۔

☆☆☆

**بیابہ مجلس اسرار**

## عبادت اور اتباع

جب اللہ کی اطاعت اور اللہ کی محبت دونوں کو جمع کریں گے تو اس کا جو حاصل جمع ہوگا اس کا نام ''عبادت'' ہے۔ عبادت صرف اللہ کی ہے' رسول ﷺ کی نہیں ہے۔ اور جب رسول ﷺ کی اطاعت اور رسول ﷺ کی محبت کو جمع کریں گے تو اس کے حاصل جمع کو عبادت نہیں کہا جائے گا بلکہ ''اتباع'' کہا جائے گا۔

عبادت کا اصل مفہوم ہے: ''انتہائی محبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر اللہ کی بندگی اور پرستش کرنا'' اور اتباع کا مفہوم ہے: ''محبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر پیروی کرنا''۔ اطاعت اور اتباع میں کیا فرق ہے' اس کو بھی سمجھ لیجیے۔ اطاعت کی جاتی ہے کسی کے حکم کی' جبکہ اتباع یہ ہے کہ کسی ہستی سے اتنی محبت ہو جائے کہ چاہے اس نے حکم نہ دیا ہو لیکن آدمی اس ہستی کے ہر عمل اور فعل کی پیروی کرے۔ گویا بقول شاعر ؎

جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں     خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں!

تو اتباع کا درجہ اطاعت سے بہت بلند ہے اور اس کے مفہوم میں بہت وسعت ہے۔ اطاعت میں صرف حکم پیش نظر ہوگا اور اتباع میں نبی اکرم ﷺ کے ہر ہر عمل اور فعل کو بلکہ ہر ہر اَدا کی پیروی کو سعادت سمجھا جائے گا، چاہے آپؐ نے اس کا حکم نہ دیا ہو۔ حاصل یہ کہ حُبِ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا تقاضا ہے اتباعِ رسول ﷺ۔

(حُبِ رسول ﷺ اور اُس کے تقاضے)

## امیر تنظیم اسلامی کے لیے دعائے صحت کی اپیل

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب گزشتہ چند روز سے ڈینگی فیور میں مبتلا ہیں۔ علاج ہو رہا ہے اور اب اُن کی حالت پہلے سے بہتر ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ رفقائے تنظیم اسلامی، قارئین اور احباب سے بھی درخواست ہے کہ امیر محترم کی جلد صحت یابی کے لیے دُعا کریں۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ
لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

# کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں

محمد سمیع

وہ مملکت خداداد پاکستان جسے دنیا والوں کے لئے اسلام کے اصول حریت واخوت ومساوات پر مبنی ایک ماڈل اسلامی ریاست بننا تھا، وہ کیا سے کیا بن گیا۔ آج یہاں کسی کی جان و مال اور عزت وآبرو محفوظ نہیں سوائے ان کے جن میں سے ہر ایک کی سیکیورٹی پر ماہانہ لاکھوں روپے قومی خزانے سے خرچ کئے جاتے ہیں۔ ہمارا قومی خزانہ تو مال مفت بن گیا ہے جسے دل بے رحم رکھنے والے دونوں ہاتھوں سے لوٹنے میں مصروف ہیں۔ لوگ پریشان ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس صورتحال سے نکلنے کی بھی کوئی صورت ہے کہ نہیں۔ ڈرون حملوں، خودکش اور بم دھماکوں کی زد میں بے گناہ کیوں آ رہے ہیں؟ ہم زلزلوں، سیلاب اور ڈینگی جیسی وباؤں کی لپیٹ میں کیوں آئے ہوئے ہیں؟ ہمارا ملک دنیا کی چند ایٹمی قوتوں میں سے ایک ہے۔ ہماری فوج دنیا کی بہترین افواج میں شمار کی جاتی ہے۔ وہ کون سی نعمت ہے جو اللہ نے ہمیں عطا نہیں کی؟ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ؏ ''برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر'' کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ اغیار کی تو ہم زد پر ہی ہیں، دنیا کی پچاس سے زیادہ مسلم ممالک بھی ہمارے پرسان حال نہیں۔

الحمد للہ، ہمارے پاس ہماری ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہدایت قرآن کریم موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور آپؐ کے فرمودات ہمیں رہنمائی کے لئے حاصل ہیں۔ ہمیں موجودہ صورتحال سے نکلنے کے لئے ادھر ادھر بھٹکنے کی بجائے ان دو ذرائع سے رجوع کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ہدایت قرآن مجید میں واضح طور پر فرما دیا ''اور اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہی لوگوں پر واقع نہیں ہوگا جو تم میں گنہگار ہیں اور جان رکھو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔'' (سورۃ الانفال:25)۔ آج ہم جس فتنے سے دوچار ہیں، اس کی نوعیت بھی یہی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم پر یہ فتنہ کیوں مسلط ہوگیا؟ آیئے، اس کے لئے ہم ایک معروف حدیث مبارکہ پر جو مساجد میں بالعموم نماز جمعہ کے خطبے میں پڑھی جاتی ہے، غور کرتے ہیں۔ یہ ایک حدیث قدسی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ فلاں فلاں بستیوں کو ان کے رہنے والوں کے ساتھ الٹ دو'' حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ ''اے رب! اس بستی میں تیرا ایک ایسا بندہ بھی ہے جس نے پلک جھپکنے کی دیر تک بھی تیری نافرمانی نہیں کی''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پہلے اس بستی کو اس بندے پر الٹو، پھر دیگر بستی والوں پر، اس لئے کہ اس کے چہرے کا رنگ میری غیرت کی وجہ سے کبھی بھی متغیر نہیں ہوا۔'' (بیہقی شریف)۔ یعنی اس عبادت گزار بندے کو کبھی بھی معاشرے میں ہونے والی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر رنج یا افسوس نہیں ہوا۔ پلک جھپکتے دیر تک بھی اللہ کی نافرمانی نہ کرنا تقویٰ کی انتہا ہے لیکن دوسروں کو برائیوں سے نہ روکنے کا گناہ اس ذاتی نیکی کو بھی ضائع کر دیتا ہے۔ لہٰذا دنیا میں عذاب اور آخرت میں جہنم سے بچنے کے لئے جہاں خود نیکی پر کاربند رہنا ضروری ہے، وہاں دوسروں کو برائی سے روکنا بھی لازم ہے، تاکہ معاشرے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات نافذ و رائج ہوں۔

اب مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کی روشنی میں ہم ذرا اپنا جائزہ لیں۔ ہم نے وطن عزیز اس لئے حاصل کیا تھا کہ بقول بانی پاکستان محمد علی جناح ''ہم ایک آزاد خطۂ زمین اس لئے حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ دنیا کے سامنے اسلام کے اصول حریت واخوت ومساوات پر مبنی ایک ماڈل اسلامی ریاست پیش کر سکیں۔'' ہمارے حکمرانوں نے اسلام کے اصول حریت و اخوت و مساوات پر مبنی اسلام کے نظام خلافت رائج کرنے کی بجائے اپنے فرنگی آقاؤں کے نظام کو ملک پر مسلط کر دیا۔ عوام کی اکثریت نے اس کا نوٹس نہیں لیا۔ پھر جب علماء کرام اور اسلامی نظام کی احیاء کی آرزو رکھنے والوں نے حکومت پر دباؤ ڈالا تو حکومت قہراً و جبراً قرارداد مقاصد منظور کرنے پر مجبور ہوئی جس کے تحت وطن عزیز میں اللہ کی حاکمیت تسلیم کر لی گئی اور یہ طے پایا کہ کوئی ایسی قانون سازی نہیں کی جائے گی جو قرآن وسنت سے متصادم ہو۔ لیکن چونکہ ہمارے حکمرانوں کے دل میں کھوٹ تھا لہٰذا قرارداد مقاصد کو دستور کا عملی حصہ بنانے کی بجائے اسے اس کا دیباچہ قرار دے دیا گیا۔ پھر حکمراں طبقے سے سوال اٹھایا گیا کہ ملک میں کس کا اسلام نافذ کیا جائے، دیوبندیوں کا، بریلویوں کا، اہلحدیث کا یا اہل تشیع کا تو مختلف مکاتب فکر کے 31 علمائے کرام نے متفقہ طور پر 22 نکات پر مبنی گائیڈ لائن حکومت کو فراہم کر دی۔ لیکن یہ بھی کار عبث ثابت ہوا۔ لوگوں کی تسلی کے لئے ایک اسلامی مشاورتی کونسل قائم کر دی گئی جو دستور میں شامل قرآن وسنت سے متصادم قوانین کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے سفارشات مرتب کرے گی۔ اس کونسل نے سفارشات کے ڈھیر کے ڈھیر لگا دیئے لیکن آج تک کسی سفارش پر عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ فیڈرل شریعت کورٹ نے بینک کے تمام Transactions کو سود قرار دے کر حکومت کو متبادل قانون سازی کا حکم دیا لیکن آج بھی Non-negotiable Act پوری آن، بان اور شان کے ساتھ جاری ہے۔

گزشتہ دس برسوں سے ہمارے ملک میں کیا کچھ ہوا اور ہو رہا ہے لیکن ہم عوام پر ان کا کوئی اثر ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ پہلے لوگ ٹیلی وژن کے سامنے وقت گزارتے تھے، پھر وی سی آر کے سامنے اور اب کیبل پر پروگرام دیکھنے میں محو ہیں۔ یہ تو ہماری برائی کا صرف ایک پہلو ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہم من حیث القوم ان تمام برائیوں میں ملوث ہو چکے ہیں جن میں سے ایک

ایک برائی میں ملوث ہونے کی بناء پر قوموں پر اللہ کے عذاب نازل ہوتے رہے اور وہ صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہوتی رہیں۔ ایسے میں ہم پر جو کچھ گزر رہی ہے وہ نہ گزرے تو کیا گزرے۔ ایسے میں شکایت کس بات کی اور واویلا کس بات کا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اس نے ہمیں امت محمد ﷺ میں شامل کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ امت کبھی من حیث الامت ختم نہیں ہوگی۔ مزید برآں، یہ کہ اللہ نے ہمارے وطن کو قائم رکھا ہوا ہے کیونکہ یہ اسی کی عطا کردہ ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اس کو ختم کرنے میں اپنے طور پر کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

اب سوال یہ ہے کہ اس صورتحال سے نکلنے کی کیا تدبیر ہو؟ آیئے، اس کا جواب بھی قرآن کریم ہی سے حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ یونس کی آیت:98 میں ارشاد فرمایا ہے کہ ”تو کوئی بستی ایسی نہ ہوئی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان اسے نفع دیتا، ہاں یونسؑ کی قوم کہ جب ایمان لائی تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے ذلت کا عذاب دور کر دیا اور ایک مدت تک (فوائد دنیاوی سے) ان کو بہرہ مند رکھا۔“ جب حضرت یونسؑ اپنی قوم سے ناراض ہو کر بستی سے ہجرت کر گئے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے آثار دیکھ کر ان کی قوم نے توبہ کی اور ایمان لائی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جس قوم کے لئے عذاب طے ہو جائے تو اسے ٹالا نہیں جاتا۔ اس میں ہمارے لئے سبق یہ ہے کہ ہم اپنے گزشتہ گناہوں بالخصوص نفاذِ اسلام کے اس وعدے سے انحراف پر جو ہم نے تحریک پاکستان کے دوران اللہ تعالیٰ سے کیا تھا نادم ہوں، اس کے حضور صدق دل سے توبہ کریں اور آئندہ کے لئے عزم مصمم کریں کے اپنی انفرادی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات کے تابع کریں گے اور اجتماعی سطح پر اسلام کے نظام عدل اجتماعی یعنی نظام خلافت کے قیامت کے مل جل کر جدوجہد کریں گے اور اس راہ میں اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیں گے۔ شائد کہ اس کے نتیجے میں قوم اس گرداب سے نکل آئے جس میں وہ پھنسی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

**پریس ریلیز: 9 ستمبر 2011ء**

# یہودی مسلمانوں کو ختم کرنے کی گھناؤنی سازش میں مصروف ہیں۔ نائن الیون کا واقعہ اسی سازش کا حصہ ہے

## کراچی میں مجرموں کے خلاف بلا امتیاز کارروائی کی جائے

### حافظ عاکف سعید

نائن الیون کا ڈرامہ صلیبی جنگوں کے آغاز کے لیے رچایا گیا تھا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ اب تو یورپ اور امریکہ میں کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ علاوہ ازیں سینکڑوں انجینئروں اور ماہرین نے اپنے اِن تاثرات کا اظہار مختلف ذرائع سے کیا ہے کہ ٹوئن ٹاور جہازوں کے ٹکرانے سے نہ ہی گرے تھے اور نہ گر سکتے تھے بلکہ اُنہیں باقاعدہ منصوبہ کے تحت سٹیل کو پگھلا دینے والے آتش گیر مواد سے گرایا گیا جو اُن کی بنیادوں میں رکھا گیا تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ ٹوئن ٹاور ابھی مکمل طور گرے بھی نہیں تھے کہ اِس میں افغانستان اور اُسامہ بن لادن کے ملوث ہونے کا ہنگامہ کھڑا کر دیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ یہودی مسلمانوں کو ختم کرنے کی گھناؤنی سازش میں مصروف ہیں۔ نائن الیون کا واقعہ اسی سازش کا حصہ ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ فوج کو کسی صورت میں کراچی کے حالات میں براہِ راست مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ بعض عناصر فوج کو مداخلت کی دعوت دے کر پھر اُن کے ظلم و ستم کی دہائی دیں گے تاکہ عالمی قوتوں کو پاکستان میں مداخلت کا موقع فراہم کیا جا سکے۔ انہوں نے کراچی میں مجرموں کے خلاف بلا امتیاز کارروائی کی حمایت کی۔

(جاری کردہ مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)


## کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس

(2) عربی گرامر کورس (I`II`III)

(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

**شعبہ خط و کتابت کورسز**

قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 3-35869501

E-mail: distancelearning@tanzeem.org

**خطبہ پنجم: سیرت النبیؐ میں باطل سے تصادم کے تکمیلی مراحل**

# غزوۂ احزاب

نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا:
''اس سال کے بعد اب قریش تم پر حملہ آور نہیں ہو سکتے بلکہ اب تم ان پر چڑھائی کرو گے۔''

**بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کا فکر انگیز خطاب**

ذیقعدہ 5ھ میں یعنی غزوۂ احد کے دو سال اور ایک ماہ بعد قریش اور دیگر قبائل جن میں یہود بھی شامل تھے، متحد ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ عرب میں اس سے پہلے کبھی اتنا بڑا لشکر جمع نہیں ہوا تھا۔ بارہ ہزار کا لشکر مدینہ پر چڑھائی کے لئے جمع ہو گیا۔ جنوب سے قریش آ گئے۔ مشرقی جانب سے کئی قبائل آ گئے جن میں بنوفرازہ اور بنوغطفان بھی تھے، جو نجد کے علاقے کے بڑے جنگجو اور خونخوار قبیلے تھے۔ شمال سے وہ یہودی قبائل حملہ آور ہو گئے جو خیبر میں آباد تھے۔ اس طرح اِن قبائل نے ایک مقررہ وقت کے تحت مدینے کا رُخ کیا۔ چنانچہ مدینہ کے پاس دس ہزار کا ایک زبردست لشکر جمع ہو گیا۔ اگر یہ لشکر کفارِ مدینہ کی چاردیواری تک پہنچ جاتا تو مسلمانوں کے لئے سخت خطرناک ثابت ہوتا۔ ہوسکتا ہے کہ اس سے ان کا صفایا ہو جاتا۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کفار کے عزائم، ارادوں اور سازشی ذہنیت سے آگاہ تھے۔ چنانچہ کفار کا یہ لشکر جیسے ہی اپنی جگہ سے حرکت میں آیا، مدینہ کے مخبرین نے آپؐ کو اس کی اطلاع دے دی۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے مجلس شوریٰ منعقد کی اور دفاعی منصوبے پر صلاح مشورہ کیا۔ اس موقع پر حضرت سلمان فارسی ؓ نے یہ کہہ کر مدینہ سے باہر خندق کھودنے کی تجویز پیش کی ''اے اللہ کے رسول ﷺ فارس میں جب ہمارا محاصرہ کیا جاتا تھا تو ہم اپنے اردگرد خندق کھود دیتے تھے۔'' آپؐ نے اِس تجویز کو پسند کیا اور فوراً اس پر عمل درآمد شروع فرمایا۔ ہر دس آدمیوں کو چالیس ہاتھ خندق کھودنے کا کام سونپ دیا۔ مسلمانوں نے بڑی دلچسپی سے خندق کی کھدائی شروع کر دی۔ آپ صحابہ ؓ کو اس کی ترغیب بھی دیتے تھے اور عملاً اس کام میں پوری طرح شریک بھی رہتے تھے۔ حضرت سہیل بن سعد ؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خندق میں تھے۔ لوگ کھود رہے تھے اور ہم کندھوں پر مٹی ڈھو رہے تھے کہ اس دوران رسول اللہ ﷺ فرماتے:

اَللّٰھُمَّ لَاعَیْشَ اِلَّاعَیْشُ الْاٰخِرَۃ
فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

(اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔
پس مہاجرین اور انصار کو بخش دے۔)

اس کے جواب میں جس شعر کا تذکرہ روایات میں آتا ہے وہ نظم جماعت کی اساس کے حوالے سے بہت اہم ہے۔ صحابہؓ فرماتے تھے:

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

(ہم وہ لوگ ہیں جنوں نے محمد ﷺ سے جہاد کی
بیعت کی ہے۔ اب یہ اُس وقت تک جاری رہے گا
جب تک جان میں جان ہے۔)

غزوۂ احزاب کا نقشہ سورۃ الاحزاب میں کھینچا گیا ہے، اور یہ دوسرے اور تیسرے پورے دو رکوعوں پر پھیلا ہوا ہے۔ کفار و مشرکین کی ہمہ جہت یلغار کے بیان میں فرمایا:

﴿اِذْ جَآءُوْکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ﴾

''یاد کرو جب لشکر آ گئے تھے تم پر تمہارے اوپر سے
بھی اور تمہارے نیچے سے بھی''

چونکہ مدینہ سے مشرق کی طرف اونچائی ہوتی چلی جاتی ہے، اسی لئے اس علاقہ کو نجد کہتے ہیں، جس کے معنی ہیں اونچائی والا علاقہ۔ لہٰذا جو دشمنانِ اسلام مشرق سے آئے ان کے لئے ''مِنْ فَوْقِکُمْ'' کے الفاظ آئے اور مغربی ساحل کی طرف ڈھلان اور اترائی ہے۔ چنانچہ قریش اور ان کے حلیف مغرب یعنی نیچائی اور اتار کے راستہ سے آئے۔ لہٰذا ان کے لئے ''مِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ'' فرمایا گیا۔ مزید برآں مدینہ کے شمال مغرب کی جانب سے یہودی قبائل بھی جمع ہو کر آ گئے تھے۔

اس کٹھن موقع پر منافقین اور کمزور ایمان والوں کی کیفیت اسی آیت میں آگے ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

﴿وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ الظُّنُوْنَا ۝۱۰﴾ (الاحزاب)

''اور یاد کرو جب آنکھیں (وحشت و حیرت سے)
پھرنے لگیں اور (خوف و ہراس سے) دلوں کا یہ حال
تھا کہ وہ گویا گلوں میں آ اٹکے ہیں اور تم اللہ کے بارے
میں طرح طرح کی بدگمانیاں کرنے لگے۔''

یہ تبصرہ ہے اللہ کی طرف سے مسلمانوں کے اس امتحان پر جو غزوۂ احزاب کی صورت میں اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ گیا تھا۔ امتحان یقیناً شدید تھا۔

منافقین کے دلوں میں جو خبث، نجاست اور گندگی تھی، وہ اس ابتلاء و آزمائش کو دیکھ کر ان کی زبانوں پر آ گئی، جس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

﴿وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ۝۱۲﴾

(الاحزاب)

''اور جب کہنے لگے منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں
میں روگ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم سے
جو وعدہ کیا تھا وہ سب فریب تھا۔''

انہوں نے کہا کہ ہمیں تو دھوکا دے کر مروا دیا گیا۔ ہم سے تو کہا گیا تھا کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں تمہارے قدموں میں ہوں گی، جبکہ اس وقت حالات یہ ہیں کہ ہم رفع حاجت کے لئے بھی باہر نہیں جا سکتے۔ کھانے کو کچھ نہیں۔ ہمارے باغات حملہ آوروں نے اجاڑ دیئے۔ چاروں طرف سے محاصرہ ہے، اندر کوئی چیز نہیں ہے۔ منافقین کی یہ باتیں ان کے دلوں سے اچھل کر زبانوں پر آ گئیں۔ ان باتوں کا تذکرہ سیرت النبی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور کتب احادیث میں ملتا ہے۔

ادھر مؤمنین صادقین کی کیفیت کیا تھی، اس بارے میں فرمایا:

﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا ھٰذَا مَا وَعَدَنَا

اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ﴾ (الاحزاب:23)

''اور حقیقی مؤمنین کا اُس وقت حال یہ تھا کہ جب انہوں نے دشمنوں کے لشکروں کو دیکھا تو وہ پکار اُٹھے کہ یہی تو وہ بات ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے وعدہ کیا تھا' اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات بالکل سچی تھی۔''

یہ کون سا وعدہ ہے جس کی طرف یہ صادق القول مؤمنین اشارہ کر رہے ہیں؟ یہ ابتلا و آزمائش کا وہ وعدہ ہے جس کا قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ذکر آیا ہے۔ مثلاً سورۃ العنکبوت کی آیات 2،3 میں فرمایا:

﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ② وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ ③﴾

''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون ہیں!''

چنانچہ غزوۂ احزاب کے مصائب کو دیکھ کر مؤمنین صادقین کے ذہن ان پیشگی تنبیہات کی طرف منتقل ہو گئے اور ان کی زبانوں پر فی الفور آ گیا:

﴿هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾

غزوۂ احزاب میں کفار و مشرکین کے لشکروں کا محاصرہ خاصا طول پکڑ گیا اور اس دوران اہل مدینہ پر بڑے ہی سخت قسم کے حالات پیش آئے۔ جب خندق کھودی جا رہی تھی تو نبی اکرم ﷺ بھی اس کام میں بنفس نفیس شریک تھے اور پتھر اُٹھا اُٹھا کر خندق سے باہر پھینک رہے تھے۔

چونکہ ان دنوں شدید قحط کا عالم تھا، لہٰذا صحابہ کرام ؓ نے اپنے پیٹوں پر چادروں کے ساتھ کس کر پتھر باندھ رکھے تھے، تاکہ کمریں دوہری نہ ہو جائیں۔ اس لئے کہ شدید بھوک کی وجہ سے معدہ تشنج میں آتا ہے۔ دراصل یہ معدے کو بہلانے کی ایک شکل ہے کہ اگر اس پر بھاری بوجھ باندھ دیا جائے تو اس کو وہ بھوک کا تشنج (hunger pain) نہیں ہوگا۔ اس موقع پر بعض صحابہ کرام ؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کُرتے اٹھا کر اپنے پیٹ دکھائے اور عرض کیا کہ حضور ﷺ اب فاقہ نا قابل برداشت ہو رہا ہے' ہم نے اسی لئے پیٹوں پر پتھر باندھ رکھے ہیں۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے اپنا کرتہ اُٹھا کر دکھایا تو وہاں دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں''

کفار کے متحدہ لشکر کا یہ محاصرہ بیس دن جاری رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصی مدد اور نصرت و تائید سے اہل ایمان کو کفار کے اس نرغہ اور محاصرہ سے نجات دلائی۔ ہوا یوں کہ ایک شب بہت زبردست آندھی آئی، جس سے کفار و مشرکین کے لشکر تلپٹ ہو گئے۔ اکثر خیمے اکھڑ کر آندھی کے ساتھ تتر بتر ہو گئے۔ بڑے بڑے چولہوں پر چڑھی ہوئی بڑی بڑی دیگیں اُلٹ گئیں۔ ان چولہوں کی وجہ سے ان کے خیموں میں آگ لگ گئی۔ یہ گویا ایک غیبی تدبیر تھی، جس سے ان کے حوصلے اس درجہ پست ہو گئے کہ صبح تک تمام لشکر منتشر ہو چکا تھا۔ تمام قبائل اپنے اپنے علاقوں کی طرف کوچ کر گئے...... اسی کا ذکر ہے سورۃ الاحزاب کی آیت 9 میں:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا﴾

''اے اہل ایمان! اللہ کا احسان یاد کرو جو تم پر ہوا' جب چڑھ آئیں تم پر فوجیں، پھر ہم نے ان پر بھیج دی ہوا (آندھی) اور (فرشتوں کی) وہ فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں۔ اور اللہ تمہارے تمام اعمال کو دیکھنے والا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے چند اور تدابیر بھی اختیار فرمائی تھیں' لیکن ان کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ اس غزوۂ احزاب کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کو اہل ایمان کا امتحان لینا اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دینا مقصود تھا' تاکہ نظر آ جائے کہ کون کتنے پانی میں ہے! سب جان لیں کہ کون ان میں سے منافق ہیں اور کون وہ ہیں جو کڑی سے کڑی آزمائش اور سخت سے سخت امتحان میں بھی ثابت قدم رہ سکتے ہیں!!...... جب یہ امتحان ہو گیا تو مدمقابل دشمنوں کے لئے ایک آندھی اور فرشتوں کا ایک لشکر کافی تھا۔ کفار و مشرکین کا بارہ ہزار کا لشکر اللہ کی قدرت کے مقابلہ میں تو پرِکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا تھا۔ بارہ ہزار کیا بارہ لاکھ کا لشکر بھی ہوتا تو اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ ایک آندھی نے معاملہ تلپٹ اور تتر بتر کر دیا اور کفار و مشرکین جو ایک زبردست جمعیت کی شکل میں بڑے ناپاک عزائم اور بڑی تیاریوں کے ساتھ دور دراز کا سفر کر کے ہدایت کے چراغ کو بجھانے آئے تھے، ایک ہی رات میں منتشر ہو گئے۔ معاملہ ختم ہو گیا اور صبح صادق سے قبل ہی ہر ایک نے اپنی اپنی راہ پکڑی۔ صبح ہوئی تو مسلمانوں نے دیکھا تو میدان خالی تھا۔ اس موقع پر نبی اکرم ﷺ نے جو تاریخی الفاظ ارشاد فرمائے، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو کتنی دور رس نگاہ اور کتنی بصیرت و فراست عطا فرمائی تھی۔ فرمایا:

((لَنْ تَغْزُوْكُمْ قُرَيْشٌ بَعْدَ عَامِكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّكُمْ تَغْزُوْنَهُمْ))

''اس سال کے بعد اب قریش تم پر حملہ آور نہیں ہو سکتے بلکہ اب تم ان پر چڑھائی کرو گے۔''

میرے نزدیک سورۃ الصف بھی اسی موقع پر نازل ہوئی ہے جس میں یہ آیت مبارکہ موجود ہے:

﴿وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ⑬﴾

''اور (اے مسلمانو!) ایک دوسری چیز جو تمہیں محبوب ہے' یعنی اللہ کی مدد' تو وہ آیا ہی چاہتی ہے اور اب فتح دور نہیں ہے (تمہارے قدموں کو چومنے والی ہے) اور اے نبیؐ! اہل ایمان کو بشارت سنا دیجئے''

راقم کے نزدیک نبی اکرم ﷺ نے جو یہ الفاظ فرمائے کہ: ((لَنْ تَغْزُوْكُمْ قُرَيْشٌ بَعْدَ عَامِكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّكُمْ تَغْزُوْنَهُمْ)) سورۃ الصف کے اس حکم ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ کے امتثال امر میں فرمائے تھے۔ (واللہ اعلم!)

(جاری ہے)

☆☆☆

# تشکیل پاکستان اور قائداعظم کا نعرۂ خلافت

محبوب الحق عاجز

[گزشتہ سے پیوستہ]

تحریک پاکستان کے وابستگان میں ہر طرح کے لوگ تھے، تاہم یہ خالص دینی نعرے پاکستان کا مطلب کیا: لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر چلائی گئی۔ اِسی بنیاد پر اِس تحریک میں مسلمانوں نے جوش و خروش سے اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چونکہ مسلمانوں نے اسلام کی سربلندی کا عہد کیا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمام تر ناموافق حالات کے باوجود انہیں الگ مملکت عطا کی۔ کیونکہ ارشادِ ربانی ہے کہ ﴿اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰہَ یَنۡصُرۡکُمۡ﴾ ”اگر تم اللہ کی (یعنی اُس کے دین کی) مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانانِ ہند کی خصوصی نصرت فرمائی۔ پاکستان مملکت خداداد ہے۔ یہ عطیہ خداوندی ہے۔ جو ہمارے نفاذِ اسلام کے وعدے کی بنیاد پر دیا گیا۔ خود بانی پاکستان نے اس امر کا اعتراف بانگ دہل کیا تھا کہ پاکستان احکم الحاکمین کی طرف سے بطور انعام عطا ہوا ہے۔ اُن کے الفاظ ہیں: ”کسی قوم پر اس سے بڑھ کر (خدا کا) کوئی انعام ہوسکتا ہے۔ یہی وہ خلافت ہے جس کا وعدہ اللہ نے رسول اکرم ﷺ سے کیا تھا کہ اگر تیری امت نے صراط المستقیم کو اپنے لیے منتخب کریں تو ہم اُسے زمین کی بادشاہت دیں گے۔ اللہ کے اِس انعام عظیم کی حفاظت پر پاکستان مرد و زن بچے بوڑھے اور جوان پر فرض ہے۔“

قائد کے پاکستان میں سیکولرازم اور لادینیت کی گنجائش کیونکر ہوسکتی ہے۔ وہ تو ریاست پاکستان میں آئین محمدیؐ کے نفاذ کے متمنی تھے۔ قیام پاکستان سے بہت پہلے ایک مرتبہ علی گڑھ میں جب اُن سے یہ پوچھا گیا تھا کہ پاکستان کا آئین کس طرح کا ہوگا تو اُن کا جواب تھا، ”میں کون ہوتا ہوں آئین دینے والا۔ ہمارا آئین تو آج سے تیرہ سو برس پہلے ہمارے عظیم پیغمبر ﷺ نے دے دیا تھا۔ ہمیں تو صرف اس آئین کی پیروی کرتے ہوئے اُسے نافذ کرنا ہے اور اِس کی بنیاد پر اسلام کا عظیم نظام نافذ کرنا ہے اور یہی پاکستان ہے۔“

بانی پاکستان سرزمین پاک کے لیے اُس نظام کے آرزومند تھے، جو حضرت عمر فاروق ؓ نے قائم کیا تھا۔ وہ آپؓ کی خلافت سے بے حد متاثر تھے۔ چنانچہ 21 مارچ 1948ء کو فرمایا کہ: ”میری آرزو ہے کہ پاکستان صحیح معنوں میں ایک ایسی مملکت بن جائے جہاں ایک بار پھر دنیا کے سامنے فاروق اعظمؓ کے سنہری دور کی تصویر عملی طور پر کھنچ جائے۔ خدا میری اس آرزو کو پورا کرے۔“

خلافت ہی کی بات انہوں نے اسلامی جمہوریت اور اسلامی معاشرتی عدل کے عنوان سے قبل ازیں 21 فروری 1948ء میں بایں الفاظ فرمائی تھی: ”اب آپ کو اپنے وطن کی سرزمین میں اسلامی جمہوریت اسلامی معاشرتی عدل اور مساوات انسانی کے اصولوں کی پاسبانی کرنی ہے۔ آپ کو اِن کے لیے تیار رہنا ہوگا۔“

اس سے بھی واضح انداز میں اسلامی خلافت کی بات قائداعظم نے اپنی بیماری کے دوران اپنے ذاتی معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ سے کہی تھی۔ یہ گویا اُن کی آخری خواہش تھی جس کا اظہار انہوں نے بایں الفاظ فرمایا: ”تم جانتے ہو کہ جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے! یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا اسے کبھی نہیں کرسکتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ رسول خدا ﷺ کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں، تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے۔“ (بیان ڈاکٹر ریاض علی شاہ صاحب، روزنامہ جنگ 11 ستمبر 1988ء)

خلافت کے نظام میں اقتصادی و معاشی پہلو کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ اقتصادی نظام ایسا ہو کہ ریاستی وسائل سے سب کو متمتع ہونے کے یکساں مواقع حاصل ہوں۔ معاشی توازن و اعتدال قائم رہے۔ ایسا نہ ہو کہ دولت امیروں ہی کے درمیان گردش کرتی رہے، اور عام لوگ زندگی کی بنیادی ضروریات کے لیے بھی ترستے رہیں، بلکہ ریاست لوگوں کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کی ذمہ داری لے، تاکہ کوئی بھی شخص بھوکا ننگا نہ رہے، کوئی تعلیم، علاج معالجہ اور چھت سے محروم نہ ہو۔ بانی پاکستان نوزائیدہ مملکت کے لیے ایسے ہی اقتصادی نظام کے آرزومند تھے۔ وہ پاکستان کے اقتصادی نظام کو اسلام کے لازوال اور بے مثال اصولوں پر ترتیب دینا چاہتے تھے یعنی اُن اصولوں پر جنہوں نے غلاموں کو تخت و تاج کا مالک بنا دیا تھا۔ 21 مارچ 1948ء کو انہوں نے واضح طور پر کہا تھا کہ پاکستان کسی ایک طبقے کی لوٹ کھسوٹ اور اجارہ داری کے لیے نہیں بنا کہ وہ غریبوں کا استحصال کرے، بلکہ اس لیے قائم ہوا ہے کہ یہاں عوام کے معاشی حالات میں نمایاں تبدیلی لائی جائے، انہیں خوشحالی سے ہمکنار کیا جائے۔ انہوں نے فرمایا: ”پاکستان میں کسی ایک طبقہ کی لوٹ کھسوٹ اور اجارہ داری نہیں ہوگی۔ پاکستان میں بسنے والے ہر شخص کو ترقی کے برابر مواقع میسر ہوں گے۔ پاکستان امیروں، سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور نوابوں کی لوٹ کھسوٹ کے لیے نہیں بنایا گیا۔ پاکستان غریبوں کی قربانیوں سے بنا ہے، پاکستان غریبوں کا ملک ہے، اس پر غریبوں کو حکومت کا حق ہے۔ پاکستان میں ہر شخص کا معیار زندگی اتنا بلند کیا جائے گا کہ غریب اور امیر میں کوئی تفاوت باقی نہیں رہے گا۔ پاکستان کا اقتصادی نظام اسلام کے غیر فانی اصولوں پر ترتیب دیا جائے گا اور ان اصولوں پر جنہوں نے غلاموں کو تخت و تاج کا مالک بنا دیا تھا۔“ قائداعظم ملک کے اقتصادی نظام کو سود پر مبنی سرمایہ داریت اور جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ تسلط سے آزاد دیکھنا چاہتے تھے۔ اُن کی آرزو تھی کہ اسلام کے ابدی اصولوں کی روشنی میں یہاں وہ نظام تشکیل دیا جائے، جس میں معاشی ناہمواریوں اور ظلم و استحصال کے لیے کوئی جگہ نہ ہو۔ انہوں نے یہاں تک کہا تھا کہ اگر پاکستان کا حصول غریب اور مفلوک الحال لوگوں کے حالات میں تبدیلی نہیں لاسکتا جنہیں دن میں ایک وقت پیٹ بھر کر کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا تو پھر میں پاکستان کا نہ حاصل

کرسکنا ہی بہتر سمجھتا ہوں۔ انہوں نے سخت لب ولہجہ میں فرمایا: ''میں ضروری سمجھتا ہوں کہ زمینداروں اور سرمایہ داروں کو متنبہ کردوں۔ اس طبقے کی خوشحالی کی قیمت عوام نے ادا کی ہے۔ اس کا سہرا جس نظام کے سر ہے، وہ انتہائی ظالمانہ اور شرانگیز ہے۔ اور اس نے اپنے پروردہ عناصر کو اس حد تک خود غرض بنا دیا ہے کہ انہیں دلیل سے قائل نہیں کیا جاسکتا۔ اپنی مقصد برآری کے لیے عوام کا استحصال کرنے کی خوئے بد اُن کے خون میں رچ گئی ہے۔ وہ اسلامی احکام کو بھول چکے ہیں۔ حرص و ہوس نے سرمایہ داروں کو اتنا اندھا کر دیا ہے کہ وہ جلب منفعت کی خاطر دشمن کا آلۂ کار بن جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ آج ہم اقتدار کی گدی پر متمکن ہیں۔ آپ شہر سے باہر کسی جانب چلے جایئے، میں نے دیہات میں جاکر خود دیکھا ہے کہ ہمارے عوام میں لاکھوں افراد ایسے ہیں جنہیں دن میں ایک وقت بھی پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ کیا آپ اسے تہذیب اور ترقی کہیں گے؟ کیا یہی پاکستان کا مقصد ہے؟ کیا آپ نے سوچا کہ کروڑوں لوگوں کا استحصال کیا گیا ہے اور اب ان کے لیے دن میں ایک بار کھانا حاصل کرنا بھی ممکن نہیں رہا۔ اگر پاکستان کا حصول اس صورت حال میں تبدیلی نہیں لاسکتا تو پھر اسے حاصل نہ کرنا ہی بہتر سمجھتا ہوں۔ اگر وہ (سرمایہ دار اور زمیندار) عقل مند ہیں تو وہ نئے حالات کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیں گے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو پھر خدا اُن کے حال پر رحم کرے۔ ہم ان کی کوئی مدد نہ کریں گے۔''

سرمایہ دارانہ نظام کو مغرب کی تباہی کا موجب قرار دیتے ہوئے قائداعظم نے اقتصادی ماہرین کو اس نظام کو اختیار کرنے سے روکا اور اسلامی معاشی نظام اپنانے کی تلقین کی۔ چنانچہ 15 جولائی 1948ء کو سٹیٹ بنک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر فرمایا: ''میں اشتیاق اور دلچسپی سے معلوم کرتا رہوں گا کہ آپ کی ''مجلس تحقیق'' بنکاری کے ایسے طریقے کیونکر وضع کرتی ہے جو معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہوں۔ مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لیے لاینحل مسائل پیدا کر دیے ہیں۔ اور اکثر لوگوں کی رائے یہ ہے کہ مغرب کو اس تباہی سے کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے جو مغرب کی وجہ سے دنیا کے سر پر منڈلا رہی ہے۔ مغربی نظام افرادِ انسانی کے مابین انصاف کرنے اور بین الاقوامی میدان میں آویزش اور چپقلش دور کرنے میں ناکام رہا ہے، بلکہ گزشتہ نصف صدی میں ہونے والے دو عظیم جنگوں کی ذمہ داری سراسر مغرب پر عائد ہوتی ہے۔ مغربی دنیا صنعتی قابلیت اور مشینوں کی دولت کے زبردست فوائد رکھنے کے باوجود انسانی تاریخ کے بدترین باطنی بحران میں مبتلا ہے۔ اگر ہم نے مغرب کا معاشی نظریہ اور نظام اختیار کیا تو عوام کی پرسکون خوشحالی حاصل کرنے کے اپنے نصب العین میں ہمیں کوئی مدد نہ ملے گی۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو۔ ایسا نظام پیش کر کے گویا ہم مسلمانوں کی حیثیت میں اپنا فرض انجام دیں گے۔ انسانیت کو سچے اور صحیح امن کا پیغام دیں گے کہ صرف ایسا امن ہی انسانیت کو جنگ کی ہولناکی سے بچا سکتا ہے۔ صرف ایسا امن ہی بنی نوع انسان کی خوشی اور خوشحالی کا امین و محافظ ہو سکتا ہے۔''

بانیٔ پاکستان کے سیاسی فکر اور ملک کے اجتماعی نظام کے حوالے سے زریں خیالات اُن کی مومنانہ بصیرت کے آئینہ دار ہیں۔ تاہم یہ واضح ہو کہ ان کے تذکرہ سے مقصود اُن کی اصل شخصیت اور افکار کو اجاگر کرنا اور سیکولر انتہا پسندوں کی اُن کوششوں کا جواب دینا ہے، جو وہ قائد کے فکری چہرہ کو مجروح کرنے کے لیے کر رہے ہیں۔ رہی نفاذ اسلام اور قیام خلافت کی جدوجہد کی بات تو یہ جدوجہد ہم مسلمانانِ پاکستان نبی آخر الزماں ﷺ کے اتباع میں کر رہے ہیں۔ یہ جدوجہد مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے۔ یہ قرآن حکیم اور سنت رسولؐ کا تقاضا ہے۔ بالفرض قائداعظم اپنے بیانات میں پاکستان کے اسلامی ریاست کی بجائے سیکولر سٹیٹ ہونے کا تذکرہ کرتے تب بھی یہ جدوجہد ہمارا فریضہ ہوتی۔ ہمارے لیے راہِ عمل تب بھی وہی ہوتی جو پیغمبر اسلام ﷺ نے متعین فرمادی تھی، یعنی اسلام کے غلبہ کے لیے جہاد، اس راہ میں جان و مال کی قربانی۔ یہی تو ہماری زندگی کا حاصل ہے ؎

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی


## خلافت فورم

☆ الطاف حسین کی طویل پریس کانفرنس کو ملنے والی کوریج کا پس منظر کیا ہے؟
☆ کیا قائداعظم واقعی سیکولر تھے؟ اور تحریک پاکستان کے دوران لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ کبھی نہیں لگا؟
☆ کیا الطاف حسین پریس کانفرنس کے ذریعے خود اور MQM پر لگنے والے الزامات کا جواب دے پائے ہیں؟
☆ کیا ڈاکٹر عمران فاروق کے قتل کی تفتیش کا رُخ واقعی الطاف حسین کی طرف مڑ چکا ہے؟
☆ الطاف حسین خود کو فوج اور آئی ایس آئی سے جوڑنے کی کوشش کیوں کر رہے ہیں؟
☆ فیصل سبزواری اور مصطفیٰ کمال کے بعد الطاف حسین کو پریس کانفرنس کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

ان سوالات کے جوابات تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ
www.tanzeem.org "خلافت فورم" میں دیکھئے

مہمان گرامی: **ایوب بیگ مرزا** (ناظم نشرواشاعت، تنظیم اسلامی پاکستان)
میزبان: **وسیم احمد**

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء وتجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

# اقبال اور قادیانیت

مرتب: وقاص سعید

مفکر پاکستان علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ حضور خاتم المرسلین ﷺ کی ختم نبوت پر کامل یقین رکھتے تھے اور اس سے انکار کو ناممکنات میں سے گردانتے تھے، نیز ختم نبوت کے منکرین خصوصاً قادیانیوں کے کفر کا برملا اظہار فرماتے تھے۔ ذیل میں علامہ اقبال مرحوم کے عقیدۂ ختم نبوت اور قادیانیت کے حوالے سے چند ارشادات نقل کیے جا رہے ہیں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

☆ ’’ذاتی طور پر مجھے اِس تحریک (قادیانیت) کے متعلق اس وقت شبہات پیدا ہوئے جب ایک نئی نبوت، جو پیغمبر اسلام کی نبوت سے بھی برتر تھی کا دعویٰ کیا گیا اور تمام عالم اسلام کے کافر ہونے کا اعلان کیا گیا۔ بعد ازاں میرے شبہات نے اس وقت مکمل بغاوت کی صورت اختیار کر لی جب میں نے اپنے کانوں سے اس تحریک کے ایک رکن کو پیغمبر اسلام کے بارے میں نہایت نازیبا زبان استعمال کرتے سنا۔‘‘

☆ ’’ختم نبوت اسلام کا ایک نہایت اہم اور بنیادی تصور ہے۔ اسلام میں نبوت چونکہ اپنے معراج کو پہنچ گئی لہٰذا اس کا خاتمہ ضروری ہو گیا ہے۔‘‘

☆ ’’ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزا نبوت کے موجود ہیں۔ یعنی یہ کہ مجھے الہام ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے۔‘‘

☆ ’’اسلام کی اجتماعی اور سیاسی تنظیم میں محمد ﷺ کے بعد کسی ایسے الہام کا امکان ہی نہیں، جس سے انکار کفر کو مستلزم ہو۔ جو شخص ایسے الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ اسلام سے غداری کرتا ہے۔‘‘

☆ جواہر لعل نہرو نے مرزائیوں کی حمایت میں ایک مضمون لکھا، جس کا علامہ صاحب نے مدلل اور جامع جواب دیا۔ اس کے آخر میں لکھتے ہیں:

"In Islam Prophancy reaches it's perfection"

☆ ’’قادیانی تحریک نے مسلمانوں کے ملی استحکام کو بے حد نقصان پہنچایا ہے۔ اگر استیصال نہ کیا گیا تو آئندہ شدید نقصان ہو گا۔‘‘

☆ ’’ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بنیاد نبوت پر رکھے اور بزعم خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے، مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لئے ایک خطرہ تصور کرے گا اور یہ اس لئے کہ اسلامی وحدت ختم نبوت ہی سے استوار ہوتی ہے۔‘‘

☆ ’’تمام ایکٹر جنہوں نے احمدیت کے ڈرامے میں حصہ لیا ہے، وہ زوال اور انحطاط کے ہاتھوں میں محض کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔‘‘

ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے۔ کیونکہ ابھی وہ (قادیانی) اس قابل ہیں کہ چوتھی جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو ضرب پہنچا سکے۔

☆ ’’قادیانی جماعت کا مقصد پیغمبر عرب ﷺ کی امت سے ہندوستانی پیغمبر کی امت تیار کرنا ہے۔‘‘

☆ ’’بہائیت، قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے، کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے، لیکن مؤخر الذکر (قادیانیت) اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہر طور پر قائم رکھتی ہے لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے، اس کے خمیر میں یہودیت کے عناصر ہیں۔ گویا تحریک ہی یہودیت کی طرف راجع ہے۔‘‘

☆ ’’نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا۔ مغربیت کی ہوا نے انہیں حفظ نفس کے جذبہ سے عاری کر دیا ہے لیکن عام مسلمان جو (اقبال کے نزدیک) ملازدہ ہے، اس تحریک (قادیانیت) کے مقابلہ میں حفظ نفس کا ثبوت دے رہا ہے۔‘‘

☆ ’’قادیانی نظریہ، ایک جدید نبوت کے اختراع سے قادیانی افکار کو ایک ایسی راہ پر ڈال دیتا ہے کہ اس سے نبوت محمدیہ کے کامل واکمل ہونے کے انکار کی راہ کھلتی ہے۔‘‘

## معمارِ پاکستان نے کہا:

"Islamic Principles today are as applicable to life as they were thirteen hundred years ago. He could not understand a section of the people who deliberately wanted to create mischief and propaganda that the constitution of Pakistan would not be made on the basis of *Shariat*."

’’اسلامی اصول آج بھی ہماری زندگی کے لیے اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے قابل عمل تھے۔ وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ لوگوں کا ایک گروہ جان بوجھ کر فتنہ اندازی سے یہ بات کیوں پھیلانا چاہتا ہے کہ پاکستان کا آئین شریعت کی بنیادی پر مدوّن نہیں کیا جائے گا۔‘‘ (25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب)

**نوٹ:** یہ درحقیقت قائد اعظم کا اُن لوگوں کو ترکی بہ ترکی جواب تھا جو 11 اگست 1947ء کی تقریر کو بنیاد بنا کر پاکستان کو سیکولر ریاست بنانے کے خواہش مند تھے۔

# اے اللہ! میں نے تجھے تیرے مظاہر میں پا لیا!

ربیعہ ندرت

کینیڈا میں کچھ عرصہ عارضی قیام کے دوران مجھے نیاگرا آبشار دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ رختِ سفر باندھ کر ہم عازمِ سفر ہوئے۔ جائے قیام سے ڈیڑھ گھنٹہ کی مسافت کے بعد ہماری منزل آ گئی۔ کار کو پارکنگ کے علاقہ میں کھڑا کر دیا گیا اور ہم شاداں و فرحاں شوقِ دید کی تمنا لیے ہوئے سوئے آبشار چلے۔

چلتے چلتے میں نے اوپر نگاہ دوڑائی۔ تاحدِ نظر بے حد وسیع و عریض بے کنار، بے کراں، لامحدود، ساکن و جامد نیلا آسمان نظر آ رہا تھا۔ آسمان پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بادلوں کے ٹکڑے تیر رہے تھے۔ بادلوں میں کہیں روئی کے گالوں کا سا سفید رنگ جھلکتا دکھائی دیتا، کہیں سرمئی شام کا سا رنگ اور کہیں پگھلے ہوئے تانبے کا خوبصورت رنگ نظر آتا تھا۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا نیلا آسمان ایک سمندر ہے اور اس میں مختلف اشکال اور جسامت کی رنگ برنگی کشتیاں تیر رہی ہیں۔ ان کشتیوں کی منزل مختلف تھی اور کوئی نظر نہ آنے والا ہاتھ ان کو سوئے منزل رواں دواں رکھے ہوئے تھا۔ میں جانتی تھی کہ اپنی منزل پر پہنچ کر یہ کشتیاں پانی کے قطروں میں ڈھل کر زمین کے گلے سے آن ملیں گی۔

میں نے آسمان سے نظر ہٹا کر نیچے دیکھا تو آبشار پر نظر پڑی۔ میں مبہوت ہو کر رہ گئی۔ دور دور تک پانی ہی پانی دکھائی دے رہا تھا۔ سطحِ زمین سے پانی کے ریلے تیز رفتاری کے ساتھ نشیب کی طرف لپک رہے تھے۔ نشیب پر پہنچتے ہی ان کی رفتار میں بلا کی تیزی اور تندی آ جاتی اور وہ پوری قوت کے ساتھ پستی میں جا گرتے۔ لیکن بلندی سے پستی کا یہ سفر بھی حد درجہ کا خوبصورت تھا۔ زمین کی سطح سے ٹکراتے ہی سفید جھاگ ادھر ادھر بکھر جاتی اور پانی کے کچھ ننھے ننھے شرارتی قطرے زمین سے ٹکرا کر ہوا میں اچھل جاتے جس سے ہوا میں سفید رنگ کی نازک اور نفیس سی چادر بن جاتی۔ ایسی چادر جس کے آر پار آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس چادر کے پار آبشار اپنی پوری قوت کے ساتھ رواں دواں نظر آتی تھی۔ آبشار کے پانی میں جابجا سبز رنگ جھلک رہا تھا۔ کہیں اس رنگ میں بے انتہا شوخی نظر آتی تھی۔ کہیں یہ مدھم پڑ جاتا تو کہیں معدوم ہو جاتا تھا اور اس کی جگہ سفید جھاگ سر اٹھا کر محوِ رقص ہو جاتی۔ یہ پانی کے نیچے اُگی ہوئی سبز گھاس اور پودوں کا رنگ تھا، جو پانی میں سے جھانک رہا تھا اور جس نے آبشار کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیے تھے۔ آبشار کی تہہ میں بھی سبز رنگ پانی میں ایسے گھل مل گیا تھا کہ یوں محسوس ہوتا تھا گویا انہی ان دیکھے ہاتھوں نے زمرد کا فرش بچھا دیا ہو۔ اس فرش پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دلکش نسواری اور سلیٹی رنگ کے قدرے بڑے چٹان نما پتھر پڑے تھے۔ جب پانی ان پتھروں سے ٹکراتا تو ان کے اردگرد کبھی سفید جھاگ کے ہالے بن جاتے تو کبھی ٹوٹ جاتے۔

فضا میں بے شمار مرغابیاں اور بگلے (Sea gull) محوِ پرواز تھے۔ گاہے گاہے وہ نیچے اتر کر پانی کے قریب آ کر اپنی چونچ اس میں ڈبوتے اور مچھلی پکڑ کر بلندی کی طرف اُڑ جاتے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہی ان دیکھے ہاتھ پرندوں کی خوراک تک رسائی کے لیے ان کی راہنمائی کر رہے تھے۔ پانی کی گزرگاہ کے راستے میں آنے والے خس و خاشاک اس کی قوت کے سامنے بے بس تھے اور پتھر کی مضبوط چٹانیں بھی کڑی مزاحمت کے باوجود اس کے بہاؤ کو روکنے سے لاچار تھیں۔ پانی کے ریلوں کا باہم مل کر جھاگ اڑاتے ہوئے تیز رفتاری کے ساتھ ایک ہی سمت مدام چلنا اسی ان دیکھے ہاتھ کے جاہ و جلال کو ظاہر کر رہا تھا۔ پانی کی سطح کے ساتھ ساتھ مختلف پرندوں کی اڑان اور پانی میں سبزے کے شوخ رنگ کی آمیزش سے اسی ہاتھ کا جمال ہویدا تھا۔ میں اس منظر کو دیکھ دیکھ کر حیران و سرگرداں تھی کہ اس کے حسنِ خیال اور کمالِ فن کی داد کیسے دے پاؤں گی کہ ایسے بے پایاں حسن کو بیان کرنے کے لیے تنگیٔ داماں اور کم مائیگی کا احساس شدید تر ہو گیا تھا۔

آبشار کے اردگرد پتھر اور لوہے کی مدد سے تقریباً 4 فٹ بلند ایک حفاظتی دیوار بنائی گئی ہے۔ ہم سب اس دیوار کے ساتھ ساتھ کھڑے ہو کر محوِ نظارہ تھے۔ میں دنیا و مافیہا سے بے خبر مسلسل ٹکٹکی باندھ کر بہتے ہوئے پانی کو دیکھتی چلی جا رہی تھی اور میرے ذہن میں مختلف سوال کلبلا رہے تھے۔ نہ جانے اس پانی کے سوتے کہاں سے پھوٹ رہے ہیں؟ نہ جانے یہ پانی اپنی دھن میں مگن کتنے طویل فاصلے سے اپنے سفر کی ابتدا کر کے کب سے اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے؟ اس پانی کو اس کی منزل کا سراغ کیسے ملا؟ اس نے اپنی سمت کا تعین کیسے کیا؟ چاروں طرف سے بہہ کر آنے والا پانی کیونکر ایک ہی رخ کی جانب محوِ سفر ہے؟ پانی کے کچھ ریلے اپنی مرضی سے مخالف سمت کا رخ اختیار کیوں نہیں کر لیتے؟ اس پانی کو کس نے مخصوص اصول و ضوابط اور حدود و قیود کا پابند بنا رکھا ہے؟

پانی کو دیکھتے ہوئے اچانک مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے پاؤں کے نیچے کی زمین میرے وجود کو لیے ہوئے آہستہ آہستہ سرک رہی ہے۔ میں نے گھبرا کر دیوار کو تھام لیا اور اپنے آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں کی طرف یہ سوچ کر نظر دوڑائی کہ شاید وہ بھی میری طرح اس حرکت کو محسوس کر کے گھبرا اُٹھے ہوں لیکن وہاں ہر چہرہ پرسکون اور آبشار کے ملکوتی حسن کو دیکھنے میں محو تھا۔ تب مجھے خیال آیا کہ بسا اوقات چلتے ہوئے پانی کو مسلسل دیکھتے رہنے سے بھی اس حرکت کا احساس ہو جاتا ہے لیکن بہتے ہوئے پانی کے سنگ خود بھی حرکت میں آ جانے کا احساس بہت لطف اندوز تھا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا گویا میں بحری جہاز کے عرشے پر کھڑی تھی اور وہ مجھے لے کر خراماں خراماں پانی میں چل رہا تھا۔

فضا میں ڈھیروں مرغابیاں قطار اندر قطار محوِ پرواز

تھیں۔ کبھی وہ ناک کی سیدھ میں چلتی چلی جاتیں تو کبھی اپنا رخ بدل کر دوسری سمت اختیار کر لیتیں۔ لیکن رخ پھیرنے کی اس تبدیلی کے باوجود ان کی قطاریں ٹوٹنے نہیں پاتی تھیں۔ اس ہم آہنگی کی وجہ سے ان کی پرواز بے حد دلکش اور متاثر کن تھی۔ ان کو دیکھ کر میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ

کیا ان مرغابیوں کا بھی کوئی مکتب تھا؟ کیا ان کا بھی کوئی معلم تھا؟ ان کو کس نے جغرافیے کا علم دیا؟ ان کو کس نے ہوا میں نظر نہ آنے والے نقشے اور زاویے دکھا دیئے؟ ان کو کس نے پرواز کے یہ انداز و آداب سکھائے؟ میرے دل نے مسکرا کر جواب دیا ’’پگلی! اسی نظر نہ آنے والے ہاتھ نے۔‘‘

وہاں کھڑے کھڑے ٹھنڈک کا احساس ہونے لگا۔ فضا میں خنکی پھیل گئی۔ رِم جھم رِم جھم پھوار پڑنے لگی۔ پھر دیکھتے دیکھتے دھند چھانے لگی۔ دھند کی دودھیا چلمن نے آبشار کے منظر کو قدرے بدل دیا لیکن یہ تبدیلی مشتاقانِ دیدار کو اور بھی بھلی لگنے لگی۔ یہ نظارہ بھی خوب تھا کہ ؏ صاف چھپتے بھی نہیں اور سامنے آتے بھی نہیں۔ دھند گہری ہوتی چلی گئی اور آہستہ آہستہ ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لینے لگی۔ میرے لیے یہ منظر طلسم کدہ سے کم نہ تھا۔ اسے دیکھتے دیکھتے معاً مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے میں خود بھی اس منظر کا ایک حصہ بن رہی ہوں۔ جیسے میرے دل کی دھڑکن مدہم ہو رہی ہے۔ جیسے دھند نے مجھے بھی اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے۔ جیسے میرا وجود بھی دھیرے دھیرے دھند میں تحلیل ہو رہا ہے۔ جیسے مجھ پر جمود طاری ہو رہا ہے۔ جیسے مجھ پر سحر چھا رہا ہے۔ نہ جانے اس عالم میں کتنے لمحے بیت گئے کہ اچانک تیز ہوا کے تھپیڑے میرے وجود سے ٹکرا کر میرے کانوں میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ ’’خبردار! با ملاحظہ! ہوشیار! اپنے قدم مضبوطی سے زمین پر جمائے رکھو۔ پھر نہ کہنا کہ ہم نے تمہیں اکھاڑ دیا۔ کیونکہ ہماری سرشت ہے کہ ہم ہر کمزور، بے خبر اور مدہوش وجود کو اس کی ضعیفی کی پاداش میں اُٹھا کر دور دراز پھینک دیتے ہیں اور ہم اپنی اس سرشت کے سامنے بے بس ہیں۔ اس سرگوشی کو سن کر محویت کا سحر ٹوٹ گیا۔ میرے وجود کے اندر ننھے ننھے جگنو چمکنے لگے اور اس روشنی کے در آتے ہی میں دھند کے طلسم سے باہر نکل آئی۔

بارش کی پھوار قدرے تیز ہو گئی تھی۔ اب ہوا کے ساتھ ساتھ بارش کے یخ بستہ قطرے میرے منہ پر برس رہے تھے۔ لیکن اس کے باوجود میں نیلے آسمان تلے اس منظر کو چھوڑنا نہیں چاہ رہی تھی۔ جب بارش تیز تر ہو گئی تو چار و نا چار مجھے اپنی جگہ چھوڑنی پڑی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو میری نظر سڑک کے ساتھ ساتھ کوتاہ قامت کے بے شمار گہرے سرخ اور کاسنی رنگ کے پھولوں کے جھنڈ پر پڑی۔ پھولوں کی ساخت چھتریوں سے ملتی جلتی تھی اور وہ خوبصورت چمکدار مخمل کی مانند چمک رہے تھے۔ انہوں نے ٹہنیوں اور پتوں کو پوری طرح ڈھانپ رکھا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ زمین کا سینہ چیر کر حسنِ فطرت کا منظر دیکھنے کے لیے باہر نکل آئے ہوں اور پھر خود اسی کا حصہ بن کر رہ گئے ہوں۔ پھولوں کے آس پاس لاتعداد سرو قد میپل (maple) کے درخت ایستادہ تھے۔ موسم کی تبدیلی کے ساتھ ہی ان درختوں نے اپنے ملبوس بھی تبدیل کر لیے تھے۔ ان کے تمام تر سبز پتوں کا رنگ نارنجی، آتشی گلابی، سرخ اور عنابی رنگ میں ڈھل گیا تھا۔ میں نے سوچا، نہ جانے ان درختوں کو کس نے موسم کی تبدیلی کی نوید دے کر پیراہن تبدیل کرنے کا حکم دیا تھا؟ میرے دل نے چپکے سے جواب دیا: ’’پگلی! اسی ان دیکھے ہاتھ نے۔‘‘

مجھے ان درختوں، پھولوں، نیلے آسمان، آبشار، بادلوں، دھند، ٹھنڈی ہواؤں اور بارش کو دیکھ دیکھ کر اپنی بے بسی کا شدید احساس ہوا۔ میں نے سر اُٹھا کر اپنا رخ آسمان کی طرف کر کے اسی ان دیکھے ہاتھ سے شکوہ کرتے ہوئے کہا: ’’اے خالقِ کائنات! مجھے بتا، میں کیا کروں؟ اس قدر حسن اور خوبصورتی کو سمیٹنے کے لیے تو نے مجھے صرف دو آنکھیں، ایک ننھا سا دل اور مختصر سی مہلت عمر عطا کی ہے۔ اسے جذب کرنے کے لیے اگر میرا پورا وجود آنکھوں میں ڈھل جائے، میرا ہر رواں رواں دھڑکنے لگے اور مجھے عمرِ دوام مل جائے تو بھی کم ہے۔ اگر تیری کائنات میں حسن و جمال کی ایسی ہی فراوانی تھی تو اسے سمیٹنے کے لیے میرا دامن بھی وسیع کر دیا ہوتا۔

اسی دوران ایک یخ بستہ تیز ہوا کا جھونکا آ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ میں نے اس کی شدت اور قوت کو محسوس کرتے ہوئے اُس سے کہا ’’اگرچہ اپنی چاہت کے باوجود میں تمہاری چال اور سبک خرامی کو کبھی اپنا نہیں سکتی لیکن تم بھی تو میری طرح زمین پر قدم جما کر چل نہیں سکتی۔‘‘

پھر میری نظر ہوا کے دوش پر اڑتے ہوئے پرندوں پر پڑی۔ میں نے انہیں پکارتے ہوئے کہا کہ ’’خواہش کے باوجود میں فضا میں اڑ نہیں سکتی، پر تم بھی پرواز کو ترک کرنے پر قادر نہیں۔‘‘

پھر میں اپنے آس پاس پھیلے ہوئے خوبصورت پھولوں اور سرسبز پودوں سے مخاطب ہو گئی۔ ’’اگرچہ میں سرِ راہ تمہارے رنگ روپ میں ڈھل کر آنے جانے والے لوگوں کی نگاہ کا مرکز نہیں بن سکتی لیکن تم بھی تو زمین سے اپنا دامن چھڑا کر آزادانہ سیر و سیاحت کرنے سے قاصر ہو۔‘‘

یکا یک بارش کے موٹے موٹے قطرے ٹپ ٹپ کر کے میرے چہرے پر گرنے لگے۔ میں نے دل ہی دل میں بارش سے کہا کہ ’’میں تمہاری طرح آسمان سے برس کر زمین کے سینے میں ٹھنڈک کا باعث نہیں بن سکتی لیکن تم بھی انسانوں کے سینوں میں بسیرا نہیں کر سکتی۔‘‘

اب میں نے ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ’’اگرچہ ہم سب کا تعلق اسی کرۂ ارض سے ہے لیکن ہم سب شکل و صورت، رنگ و نسل، قد و قامت، ہیئت و حالت، ساخت و پرداخت اور عادات و خصائل کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ اتنے اختلافات کے باوجود ہم سب ایک ہی سلسلے میں بندھے ہوئے ہیں۔ ہم ایک ہی زنجیر کی کڑیاں ہیں۔ ہم ایک ہی فرمانروا کے محکوم ہیں۔ ہم نے ایک ہی لفظ ”کُن“ کے بطن سے جنم لیا ہے۔ ہم سب کی حیات و ممات ایک ہی ہستی کے اختیار میں ہے اور ہم ایک ہی دَستِ قدرت کی صناعی کا شاہکار ہیں۔ وہ ذات جو ہم سب کی خالق بھی ہے اور کفیل بھی، وکیل بھی ہے اور حفیظ بھی۔ گویا ہم سب ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے باوجود ایک ہی شہنشاہ کی رعایا ہیں۔ وہ شہنشاہ جو اول بھی ہے اور آخر بھی، جو ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔‘‘ یہ خیال آتے ہی میں بے اختیار پکار اُٹھی: ’’اے اللہ! اے ربِ کریم ...... اے اللہ! اے رَبُّ العزت ...... اے اللہ! اے ربِّ کائنات ...... اے اللہ! اے نیاگرا کے رب ...... میں نے تجھے تیرے مظاہر میں پالیا۔‘‘

# عذاب یا آزمائش؟

اوریا مقبول جان

ہم کس قدر منافق اور دوغلے ہیں۔ ہماری علمی گفتگو، بحث مباحثے اور میڈیا کا شور شرابہ عقلی دلائل، انتظامی صلاحیت اور سائنسی استعداد کی ناکامی کے گرد گھومتا ہے۔ ہم پر جب بھی کوئی آفت ٹوٹتی ہے ہم اس کے ماخذ تلاش کرنے، وجوہات کی کھوج میں لگ جاتے ہیں۔ ہماری ساری سائنسی تحقیق انہیں آفتوں اور بیماریوں کو فتح کرنے میں صرف ہوجاتی ہے اور یقیناً یہ ہماری مادی ترقی کی معراج بھی ہے۔ انسان نے ہر دور میں آنے والی نئے امراض کا علاج دریافت کیا۔ نئی آفتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ڈیم بنائے، بند اور پشتے مضبوط کیے، زلزلے کے لیے لچکتی اور لرزتی ہوئی عمارتیں تعمیر کیں جو زلزلے کے دوران جھول جائیں، وارننگ سسٹم قائم کیے۔ یوں انسان نے اپنی طاقت، قوت اور عظمت کے جھنڈے گاڑنے کی کوشش کی۔ ''انسان عظیم ہے خدایا'' کا نعرہ بلند ہوا۔ ہر وہ شخص جس نے انسان کی عظمت اور بادشاہی پر یقین رکھا اس نے دنیا کے ہر معاملے میں اللہ کو دیس نکالا دے دیا۔ جو کرتا ہے انسان کرتا ہے، تدبیر سے بچتا ہے اور طاقت سے کنٹرول کرتا ہے۔ انہیں شاید اس بات کا علم نہ تھا کہ میرا اللہ فرماتا ہے تدبیر بھی میں سجھاتا ہوں اور امراض کا علاج بھی میں نے اس کائنات کے خزانوں میں چھپا رکھا ہے۔ عرب کے لوگ ان اسباب وعلل کو طرح طرح کے نام دیتے تھے جیسے عدویٰ طیرہ، ہامہ اور صفر۔ ایک بدو نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، ان اونٹوں کی کیا حقیقت ہے جو ریگستان میں رہتے ہیں، گویا کہ وہ ہرن کی طرح تندرست ہیں، پھر ان میں ایک خارشی اونٹ آملتا ہے اور وہ دوسروں کو بھی خارشی بنا دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے اونٹ کو کس نے بیماری لگائی۔ (بحوالہ بخاری) سائنسی تحقیق بھی کبھی کبھی ایسے ہی بے بس ہوجاتی ہے۔ نوے کی دہائی میں جب ایڈز کے مرض نے پوری دنیا پر ایک خوف مسلط کیا ہوا تھا تو سائنسی تحقیق ایڈز کے وائرس کا پیچھا کرتے کرتے افریقی بندر تک جا پہنچی جس کو سب سے پہلے یہ وائرس لاحق ہوا تھا، لیکن کوئی اس بندر پر اس مرض کے حملے اور پھر انسان کے ساتھ اس کے تعلق کو ثابت نہ کرسکا۔ بس سائنس حیرت میں گم ہوکر رہ گئی۔ رسول اللہ ﷺ جب کسی مریض کو دوا لینے کے لیے کہتے تو کوئی سوال کرتا کہ ایسا کیوں؟ تو آپؐ فرماتے دوا بھی تو اللہ نے پیدا کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے مختلف چیزوں، جن میں کلونجی بھی شامل ہے، اس کے بارے میں فرمایا کہ اس میں موت کے سوا ہر مرض کا علاج ہے

> جو آفت لوگوں کو اللہ کی طرف رجوع پر مائل کردے وہ آزمائش میں بدل جاتی ہے اور اللہ اس میں انعام کا راستہ نکالتا ہے اور جس سے لوگ مزید اکڑ جائیں، وہ عذاب ہوتا ہے اور دنیا ایسی بستیوں سے بھری پڑی ہے جہاں متکبر لوگوں کے اجڑے دیار عبرت کا نشان ہیں

اور موت وہ چیز ہے جس پر باوجود انتہائی خواہش اور تگ ودو کے آج تک قابو نہیں پایا جاسکا۔

قدرتِ الٰہی ہمیشہ انسانی تدبیر پر غالب رہی ہے اور انسان کو عظیم بننے اور خدا کہلانے کا اتنا ہی شوق ہے لیکن یہ سب کے سب عقل ومنطق کے قائل اور بڑی بڑی بحثوں میں تقدیرِ الٰہی کو شکست دینے والے جب خود کسی پریشانی، بیماری یا آفت میں مبتلا ہوتے ہیں یا پھر ان کی اولاد کسی ناگہانی آفت کا شکار ہوتی ہے تو جہاں وہ بڑے بڑے ڈاکٹر یا مسیحا سے رجوع کرتے ہیں، بار بار لوگوں سے دعاؤں کی درخواست کرتے پھرتے ہیں، کوئی صدقے خیرات کا کہہ دے تو بکرے ذبح ہونے لگتے ہیں، گھروں میں آیت کریمہ کا ورد شروع ہوجاتا ہے اور اگر کبھی ڈاکٹر مایوس قرار دے دیں تو پھر معجزوں کی تلاش میں سرگرداں ہوجاتے ہیں۔ میں نے ایسے کتنے زوردار دلیل بازوں کو مایوسی کے عالم میں ٹوٹکے کرنے والوں، ماورائی طاقت سے مسئلہ حل کرنے والوں کے پیچھے بھاگتے دیکھا ہے۔ یہ ہے ہماری منافقت اور دوغلہ پن۔ خود آفت کا شکار ہوں تو مایوس نہیں ہونا چاہتے۔ کسی نہ کسی ماورائی طاقت کی مداخلت، معجزہ یا اللہ کی مدد کا انتظار کرتے ہیں لیکن جب لاکھوں لوگ بے گھر ہوں، بے بس ہوں، آپ کا بس نہ چلتا ہو تو زبان پر اللہ کا نام لاتے ہوئے ہمارا تکبر اور ہماری انا آڑے آجاتی ہے۔ یہی عظمت وبڑائی اور تکبر وانا اس وقت خاک میں مل جاتی ہے جب اچانک زلزلوں سے زمین ہلنا شروع ہوجاتی ہے، مکان کانپتے ہیں تو خواہ کسی بدترین گناہ میں بھی مشغول ہوں کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے گھروں سے باہر بھاگتے ہیں۔

میرا اللہ اس بات پر قادر ہے کہ وہ زمین کی جنبش کو چند لمحوں کے لیے طویل کرکے ساری کی ساری مخلوق کو اپنے سامنے سربسجود کروادے لیکن اس کا یہ منشا ہرگز نہیں۔ اس نے انسان کو عقل دی، علم دیا، نعمتیں دیں، اپنی نشانیاں بتائیں، تاکہ آپ اسے اس کائنات کا فرمانروا مانیں۔ اسے ماننے یا نہ ماننے کا عذاب اور ثواب وہ روزِ آخر میں کرے گا لیکن اللہ کے عذاب اور بستیوں کو تباہ کرنے کی تاریخ اُٹھائیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ عذاب کی ایک وجہ سب میں مشترک تھی۔ تکبر، گھمنڈ، عظمت کا بھوت جو انسان کے سروں میں سماتا ہے تو پھر وہ خدا بن کر بیٹھ جاتے ہیں کیونکہ اس کا فرمان ہے کہ تکبر میری چادر ہے۔ ہم اسے روز اوڑھتے ہیں اور روز اس تار تار کردیا جاتا ہے لیکن ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ ہماری سوچ تو

مصر کے فرعونوں کی سوچ سے بھی پست ہے، جن پر اللہ نے نو طرح کے عذاب نازل کیے۔ نیل چڑھ دوڑا، ٹڈیاں فصل کھا گئیں، کپڑوں میں جوئیں پڑ گئیں، مینڈکوں اور پھر خون کی بارش ہوئی لیکن اپنی تمام تر طاقت اور جاہ وجلال کے باوجود وہ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارے بس سے باہر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کرتے کہ اپنے رب سے التجا کر کے ہمارا یہ عذاب دور کروا دو۔ لیکن ہم سائنسی دور کی پیداوار ہیں۔ ہم پہلے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم قابو پالیں گے، پھر ناکام ہونے کے بعد یہ امید لگا لیتے ہیں کہ کوششیں جاری ہیں، ایک دن اس پر قابو پالیا جائے گا۔ اللہ نے انسان کو ٹھیک ظالم اور جاہل کہا۔ طاعون، ہیضہ اور چیچک پر قابو پاتا ہے تو ایڈز، شوگر، بلڈ پریشر اور کینسر اس کے سامنے منہ پھاڑے کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر توجیہات کرنے لگتا ہے، یہ سب ماڈرن طرزِ زندگی کی بے چینی اور اضطراب کا نتیجہ ہے۔ کوئی اللہ کے اس فرمان کی طرف نہیں دیکھتا کہ دلوں کا چین تو اللہ کے ذکر سے ملتا ہے۔ یہ نکتہ آج کے نفسیات دانوں نے سمجھ لیا اور وہ جب اپنی تمام تر جدوجہد میں ناکام ہوتے ہیں تو پھر مریض میں اعتماد پیدا کرنے اور پریشانی سے نجات کے لیے ایک ایسی طاقت کا سہارا پیش کرتے ہیں، جو تمام انسانوں سے بالاتر اور عظیم ہو۔

سائنس کے تمام اصولوں کو ٹامک ٹوئیاں اس کائنات کے رازوں کی تلاش میں ہیں اور یہی میرے اللہ کا مقصود ہے لیکن اللہ کو ماننے اور سائنس کو آخری حقیقت سمجھنے والے میں ایک فرق ہے۔ اللہ کو ماننے والا یہ بات مان کر چلتا ہے کہ جو کچھ اس کائنات میں ہے وہ اللہ کا ہے اور وہ اسباب کا محتاج نہیں۔ وہ خود اسباب پیدا کر سکتا ہے اور انہیں ختم بھی کر سکتا ہے جبکہ سائنس کو ماننے والا جب نارسائی کی آخری منزل پر پہنچتا ہے تو پھر اللہ کے وجود یا کسی مافوق الفطرت طاقت کا قائل ہوتا ہے۔ ریسرچ یا تحقیق کا ایک بنیادی طریق کار ہے کہ ہم ایک مفروضہ بناتے ہیں اور پھر تحقیق سے اسے غلط یا صحیح ثابت کرتے ہیں۔ میرے یہ دوست بغیر مفروضے کے سائنس پر ایمان لاتے ہیں اور پھر بے بسی میں اللہ کا نام لینے لگتے ہیں۔ وہ بھی ایسے کہ بخار تو ڈاکٹر ٹھیک کرتا ہے۔ لیکن مریض اگر اچانک قومے سے باہر آ جائے تو معجزہ ہے۔ میرا اللہ اس دوئی اور شرک کو پسند نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے کہ ''کوئی مصیبت آ ہی نہیں سکتی جب تک میرا اذن نہ ہو جائے'' (سورۃ تغابن) اسی لیے اسے ماننے والے ہر حال میں اسے ہی پکارتے ہیں، اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور وہ حکمرانوں کو، مسئلہ حل کرنے والوں کو طاقت عطا کرتا ہے، ان کی تدبیروں میں برکت ڈالتا ہے، ان کی نیتیں درست کرتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو وہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ جو اہل ایمان ہیں ان کے لیے یہ آزمائش ہے اور جو نہیں مانتے ان کے لیے عذاب۔ جو آفت لوگوں کو اللہ کی طرف رجوع پر مائل کر دے وہ آزمائش میں بدل جاتی ہے اور اللہ اس میں انعام کا راستہ نکالتا ہے اور جس سے لوگ مزید اکڑ جائیں، گردنیں تن جائیں وہ عذاب ہوتا ہے اور دنیا ایسی بستیوں سے بھری پڑی ہے جہاں متکبر لوگوں کے اجڑے دیار عبرت کا نشان ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')


ڈاکٹر رفیع الدین فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام

ڈاکٹر محمد رفیع الدین (مرحوم) کی معروف کتاب

# قرآن اور علمِ جدید

کا ساتواں ایڈیشن شائع ہو کر منظر عام پر آ گیا ہے

**کتاب کا موضوع**

''قرآن اور علم جدید'' ڈاکٹر صاحب کی ایک معرکۃ الآراء تصنیف ہے جو درحقیقت علامہ اقبال کی کتاب ''خطبات'' ہی کے سلسلے کی ایک دوسری کامیاب کاوش ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے ناقابل تردید حقائق، دلائل اور مثالوں سے ان تمام فلسفوں اور نظریات کے تاروپود بکھیر دیئے ہیں جن کی بنیاد پر آج تک مختلف ممالک میں نظام ہائے حکومت قائم رہے ہیں۔

☆عمدہ طباعت ☆خوبصورت ٹائٹل کور ☆اعلیٰ جلد بندی

☆583 صفحات ☆قیمت 650 روپے

ڈاکٹر محمد رفیع الدین (مرحوم) کی درج ذیل تصانیف بھی دستیاب ہیں:

(1) Ideology of the Future Price: Rs.500/-

(2) The Quran & Modern Knowledge Price: Rs.500/-

(قرآن اور علم جدید کا انگریزی ترجمہ)

ہول سیلرز، پبلشرز اور بک سیلرز کے لیے خصوصی تعارفی قیمت

ملنے کا پتہ: ڈاکٹر رفیع الدین فاؤنڈیشن

K-36، ماڈل ٹاؤن، لاہور، فون: 042-35074598

ڈسٹری بیوٹر: پروگریسو بکس، اردو بازار، لاہور، فون: 042-37352795

# تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

## تنظیم اسلامی ڈیفنس کراچی کے زیرِ اہتمام ماہانہ تربیتی اجتماع

21 اگست 2011ء کو تنظیم اسلامی ڈیفنس حلقہ کراچی جنوبی کے زیرِ اہتمام رمضان کی مناسبت سے خصوصی شب بیداری پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ یہ پروگرام دورۂ ترجمہ قرآن کے بعد رات 2 بجے شروع ہوا اور سحری تک جاری رہا۔ اس شب بیدار میں 36 رفقاء شریک ہوئے۔ یہ حاضری پچھلے تمام ایسے پروگراموں کے مقابلے میں زیادہ حوصلہ افزا تھی۔ اس مختصر پروگرام کی روداد درج ذیل ہے:

- تذکیر بالقرآن کے تحت سورۃ البقرہ کے 23 ویں رکوع کی روشنی میں ''روزے کی فرضیت اور اس کا حاصل، تقویٰ'' پر مصطفیٰ بلال حفیظ نے بیان کیا نیز انہوں نے ہماری زندگی میں تقویٰ کے اہم عملی پہلو واضح کیے۔
- مطالعہ لٹریچر میں کرنل محمد امین نے عظمتِ صیام و قیام پر بیان کیا اور رفقاء پر ان کی اہمیت واضح کی۔
- شکیل احمد نے روزے کا حاصل تقویٰ اور اس کے بیعت سمع و اطاعت سے تعلق پر ایک دلچسپ اور فکر افروز مقالہ پیش کیا اور رفقاء کو قرآن اور سنت کی روشنی میں یاددہانی کرائی۔
- آخر میں ہمارے ہر دلعزیز رفیق نوشاد نے مشورے اور تجاویز دیں۔ انہوں نے ''دعوت دین اور ماہ رمضان'' پر گفتگو کی اور رفقاء کو عملی طور اس کام کو زور و شور سے کرنے پر اُبھارا۔

دو گھنٹے کے اِس مختصر پروگرام کا اختتام امیر مقامی تنظیم کی اِس دُعا پر ہوا کہ ہم رفقاء نے اِس ماہ مبارک میں جو انفاق اور دعوتی کام کیا، اسے اللہ قبول فرمائے، اور اس میں جو کمی کوتاہی رہ گئی ہے، اس سے درگزر فرمائے۔ (مرتب: سید شہاب اختر)

## رمضان المبارک کے دوران حلقہ حیدر آباد کے زیرِ انتظام ترجمہ قرآن کا انعقاد

ماہ رمضان المبارک کے دوران حلقہ حیدر آباد کے زیرِ اہتمام جو پروگرام ہوئے، اُن کی تفصیل درج ذیل ہے:

**استقبالِ رمضان پروگرام:**

1۔ 27 جولائی کو قاسم آباد میں، 28 جولائی کو لطیف آباد میں، جبکہ 29 جولائی کو حیدر آباد میں استقبالِ رمضان پروگرام منعقد ہوئے۔

2۔ تینوں مقامات پر امیر حلقہ نے خطاب کیا۔ پروگرام کے اختتام پر شرکاء کو کھانا بھی دیا گیا۔

3۔ شرکاء کو انفرادی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔

**دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرامز:**

تین مقامات پر خواتین وحضرات کے لئے مکمل دورۂ ترجمہ قرآن کا بندوبست کیا گیا۔ جن میں قرآنی آیات، احادیث اور تاریخی نقشہ جات اسکرین پر دکھائے گئے۔ قبل ازیں پروگرام کی تشہیر کے لیے پچیس ہزار کی تعداد میں ہینڈ بلز تقسیم کئے گئے۔ دورۂ ترجمہ قرآن کے یہ پروگرام مقامی تنظیم قاسم آباد کے تحت مسجد جامع القرآن گلشن سحر قاسم آباد میں، تنظیم اسلامی لطیف آباد کے تحت یونٹ نمبر 2 میں، تنظیم کے حبیب انصار صاحب کی رہائش گاہ پر، جب کہ منفرد اسرہ حیدر آباد سٹی اور منفرد اُسرہ مبارک کالونی کے باہمی اشتراک سے صدر حیدر آباد سٹی میں واقع، تنظیم اسلامی لطیف آباد کے رفیق مختار عالم کے ایک مکان (کا چھیلو ہاؤس) پر منعقد ہوئے۔ ان پروگراموں میں مترجمین کے فرائض بالترتیب امیر حلقہ شفیع محمد لاکھو، مقامی ناظم تربیت محمد دین میو اور نقیب منفرد اسرہ حیدر آباد سٹی کامران یوسف خلجی نے سرانجام دیے۔ تینوں تراویح سنٹرز پر خواتین وحضرات کی اوسط حاضری 175 افراد رہی۔

مرکز حلقہ اور لطیف آباد کے تراویح سنٹرز پر تنظیم اسلامی کی مطبوعات اور سی ڈیز کا سٹال بھی لگایا گیا۔ مرکز حلقہ پر مبلغ گیارہ ہزار تین سوتیس روپیہ کی کتب رسی ڈیز وغیرہ فروخت ہوئیں۔

قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں، دینی فرائض کا جامع تصور اور رسولؐ انقلاب کا طریق انقلاب کے کتابچے (ہر کتابچہ کُل 350 کی تعداد میں، 150 برائے قاسم آباد، 100 لطیف آباد، اور 100 حیدر آباد) شرکاء میں مفت تقسیم کیے گئے۔ رمضان گفٹ پیک (سات کتابچوں اور بیان القرآن کی سی ڈیز پر مشتمل) 350 کی تعداد میں لاہور سے منگوایا گیا، جو 100 روپیہ فی پیک کے حساب سے شرکاء کو فراہم کیا گیا۔ تقریباً 250 گفٹ پیک فروخت ہوئے۔ تینوں سنٹرز پر 250 کی تعداد میں قرآن مجید کے سندھی/اردو تراجم شرکاء میں تقسیم کئے گئے۔

ترجمہ قرآن کے دوران شرکاء کے لئے چائے کا بھی انتظام کیا گیا۔ لطیف آباد میں کئی مواقع پر افطاری اور سحری اور مسجد جامع القرآن میں اعتکاف کا بندوبست کیا گیا۔

**خلاصہ مضامین قرآن پاک کے پروگرام:**

حیدر آباد ضلع کے دو مختلف مقامات، مبارک کالونی اور لطیف آباد نمبر 10 میں، تراویح مع خلاصہ مضامین قرآن پاک کا بندوبست کیا گیا۔ دونوں مقامات پر خواتین کے لئے پردے کا بندوبست کیا گیا تھا۔

**مبارک کالونی:** نقیب منفرد اُسرہ مبارک کالونی اسلم دھنانی کی کوششوں سے مبارک کالونی میں واقع ایک حبیب کی رہائش گاہ پر، آغا خانی کمیونٹی سے تعلق رکھنے والے خواتین وحضرات کے لئے تراویح مع خلاصہ مضامین قرآن مجید کا اہتمام کیا گیا۔ پروگرام میں مترجم کی ذمہ داری مقامی تنظیم لطیف آباد کے ملتزم رفیق اور نقیب اسرہ طارق فیضی نے ادا کی۔ انہوں نے مضامین قرآنی کو سلیس اسلوب میں بیان کیا۔ پروگرام میں خواتین وحضرات کی اوسط حاضری 45 افراد رہی۔ بتایا جاتا ہے کہ اس علاقہ میں پاکستان بننے کے بعد پہلی مرتبہ تراویح کا اہتمام ہوا ہے۔

**لطیف آباد نمبر 10:** تراویح مع خلاصہ مضامین قرآن کا ایک اور پروگرام، امیر حلقہ کے ایک ساتھی ڈاکٹر احسن صدیقی کی رہائش گاہ، واقع لطیف آباد نمبر 10 میں منعقد کیا گیا۔ اس پروگرام میں خلاصہ مضامین قرآن بیان کرنے کی ذمہ داری امیر حلقہ شفیع محمد لاکھو نے ادا کی۔ پروگرام میں خواتین وحضرات کی اوسط حاضری 140 افراد رہی۔

**بیعت فارم، تاثرات فارم، اور عربی گرامر فارم کی تقسیم اور وصولی:**

دورۂ ترجمہ قرآن کے تینوں تراویح سنٹرز میں بیعت فارم، تاثرات فارم اور عربی گرامر کورس کے فارم بھی تقسیم کئے گئے۔ 8 ستمبر 2011ء تک 10 بیعت فارم، 77 تاثرات فارم، اور 6 عربی گرامر کورس کے فارم وصول کیے گئے۔ (مرتب: رفیق تنظیم)

## جہلم میں ایک روزہ تربیتی پروگرام

3 ستمبر 2011ء کو حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے تحت طیبہ مسجد جہلم میں ایک روزہ تربیتی پروگرام ہوا، جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔ پروگرام کا آغاز صبح نو بجے درس قرآن سے ہوا۔ محمد نعمان نے سورۃ التغابن کے دوسرے رکوع کا درس دیا۔ بعدازاں جاوید اختر نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے حوالے سے درس حدیث دیا۔ میاں فیاض اختر نے تصور خلافت کے احیاء کی ضرورت پر قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ نبی کریم ﷺ کا مقصد

بعثت اور مشن یہ تھا کہ پوری دنیا میں دین اسلام کا غلبہ ہوجائے۔ آپؐ نے آخری خطبہ میں فرمایا کہ جو لوگ یہاں حاضر ہیں وہ اُن لوگوں تک جو یہاں نہیں آئے میرا یہ پیغام پہنچا دیں۔ یہ سلسلہ تا حال جاری ہے اور تا قیام قیامت جاری رہے گا اور ان شاء اللہ بالآخر عالمی سطح پر دین اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا۔ سوا دس بجے احمد بلال ایڈووکیٹ نے ''حالات حاضرہ اور ہمارے کرنے کا کام'' کے موضوع پر مدلل گفتگو کی۔ انہوں نے امت مسلمہ کی ذلت و رسوائی اور اس کے اسباب بیان کیے۔ نیز 'الملحمۃ العظمٰی اور غزوۃ ہند' کی بھی بڑی عمدگی سے وضاحت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ''جو کوئی ظالم کو طاقت دینے کے لیے اُس کے ساتھ چلا درآنحالیکہ وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو چکا۔'' افسوس کہ آج ہماری حکومت ظالم کفار کے ساتھ کھڑی ہے۔ انہوں نے کہا کہ فتنۂ دجالیت پورے زور سے شروع ہو چکا ہے اور اپنا کام کر رہا ہے۔ ہمیں اس سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو قرآن سے جوڑنا ہوگا۔ ہمیں چاہیے کہ قرآن کا علم حاصل کریں اور اُس پر عمل کریں، اپنی عاقبت کی فکر کریں۔ ہر دم یہ خیال رہے کہ کسی بھی وقت مہلت عمل ختم ہوسکتی ہے، لہٰذا میں کوئی غلط کام نہ کروں۔

چائے کے وقفہ میں تمام رفقاء کا تعارف ہوا۔ وقفہ کے بعد ساڑھے بارہ بجے شہزاد محمود بٹ ایڈووکیٹ نے ''نیکی کا تصور'' کے موضوع پر بیان کیا۔ ایک بجے کھانے اور نماز کا وقفہ ہوا۔ وقفہ کے بعد تنظیم کے بزرگ رفیق سید محمد آزاد نے ''اقامت دین کی جدوجہد میں اخلاق کی اہمیت'' کے موضوع پر قرآن وسنت کی روشنی میں گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بڑا فضل ہے کہ اُس نے ہمیں اقامت دین کی جدوجہد کے لیے چنا۔ یہ جدوجہد ہمارے لیے کسوٹی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اِس راستے میں اپنی جان و مال کا انفاق کریں۔ اُن کے خطاب کے بعد ندیم مجید نے منتخب نصاب نمبر 2 کے اسباق کا مذاکرہ کرایا۔ سہ پہر تین بجے محمد اشرف نے آیت قرآنی ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ......﴾ کے حوالے سے فکر انگیز گفتگو کی۔ آخر میں ناظم حلقہ مشتاق حسین نے ''زندگی کے مختلف گوشوں میں آداب کا مقام'' کے موضوع پر بیان کیا۔ اپنی گفتگو کے آخر میں انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنے حلقے کو مثالی حلقہ بنانا ہے۔ یہ اُسی صورت میں ہوسکتا ہے جب تمام امراء ونقباء نظام العمل میں دیئے گئے طریق کار کو اختیار کریں، پھر یہ کہ اُسرہ میٹنگ، انفاق فی سبیل اللہ اور شب بیداری کا باقاعدگی سے اہتمام کیا جائے۔ یہ پروگرام نماز عصر کو اختتام پذیر ہوا۔ پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے جہلم کے رفقاء نے بھرپور تعاون کیا۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے اور ہماری یہ کاوش قبول و منظور فرمائے۔

(مرتب: محمد زمان)

## ماہ رمضان میں تنظیم اسلامی ماموند باجوڑ کی سرگرمیاں

ملک کی دیگر مقامی تنظیم کی طرح ماہ رمضان میں تنظیم اسلامی ماموند باجوڑ بھی سرگرم عمل رہی۔ تنظیم کے تحت دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام جامع مسجد مینہ (پیکٹ) میں ہوا۔ ترجمہ کی ذمہ داری نبی محسن نے ادا کی۔ پروگرام میں تقریباً 18 افراد ہمہ وقت شرکت کرتے رہے۔ آخری روز نبی محسن نے عظمتِ قرآن اور قرآن مجید کے حقوق پر خطبہ دیا، جبکہ آخری تین سورتوں کے ترجمے کے فرائض مولانا رحمت اللہ نے ادا کیے۔ اس سلسلے میں ایک اور روح پرور پروگرام (بسلسلہ ختم القرآن) راقم کے حجرے میں ہوا۔ اس پروگرام میں 15 خواتین اور 45 حضرات نے شرکت کی۔ پروگرام کے اختتام پر نبی محسن نے قرآن مجید کی عظمت اور رمضان المبارک میں قیام اللیل کی خصوصی اہمیت پر سیر حاصل خطاب کیا۔

(مرتب: یوسف جان)

## دعائے صحت کی درخواست

- تنظیم اسلامی سمن آباد کے ملتزم رفیق جمیل اطہر کے والد محترم انتہائی علیل ہیں
- جمیل احمد رحمانی برادر اصغر محمد بن عبدالرشید رحمانی دفتر حلقہ لاہور کافی عرصہ سے بیمار ہیں، کوئی دوا اثر نہیں کر رہی

اللہ تعالیٰ بیماروں کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کی درخواست ہے۔

## دعائے مغفرت کی درخواست

- رفیق تنظیم اسلامی مرزا محمد جمیل بیگ (جدہ والے) کی والدہ پچھلے دنوں رحلت فرما گئیں
- تنظیم اسلامی سمن آباد کے ملتزم رفیق شیخ افضال کی اہلیہ رحلت فرما گئیں
- تنظیم اسلامی نیو ملتان کے امیر محمد عطاء اللہ خان کے چھوٹے بھائی محمد امین خان دل کا دورہ پڑنے سے وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے ملتزم رفیق جناب ڈاکٹر جاوید احمد ملک کی بہن، بہنوئی اور بھانجا حادثے میں رحلت فرما گئے (یاد رہے کہ پچھلی بار ادارے کو بھیجے گئے اشتہار میں غلطی سے بھانجے کی جگہ بھانجی درج ہو گیا تھا۔)
- حلقہ کراچی جنوبی کی تنظیم کورنگی غربی کے ناظم دعوت سعید الرحمٰن کی نومولود بیٹی کا انتقال ہو گیا
- حلقہ پنجاب شرقی عارف والا کے منفرد اسرہ حضرت عمر فاروقؓ کے مبتدی رفیق نور احمد کے والد محترم وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین ومرحومات کی مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتك وحاسبھم حسابًا یسیرًا

## ضرورت رشتہ

☆ شیخوپورہ کے رہائشی 65 سالہ ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر (صاحب اولاد، بیوی فوت ہو چکی ہے) کو نکاح ثانی کے لیے شریف النفس خاتون کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0322-4598216

☆ سیالکوٹ کی رہائشی رفیقۂ تنظیم، عمر 24 سال، تعلیم بی ایڈ، ذات مغل، کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0302-6182743

☆ لڑکی، عمر 24 سال، دینی مزاج کی حامل، تعلیم بی ایس ہوم اکنامکس، قرآن اکیڈمی لاہور سے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کی حامل، امور خانہ داری میں ماہر کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-4051497

☆ بیٹی، تعلیم بی اے بی ایڈ، عمر 27 سال، شرعی پردہ اور نماز روزہ کی پابند، اہل حدیث مغل خاندان سے تعلق کے لیے تعلیم یافتہ، برسر روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 042-37565378، 0300-4483709

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کی 29 سالہ طلاق یافتہ لڑکی پردہ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-4315115

teaching of Islam, of the Sunnah, and all the scholars. On the issue of taking up arms against an unjust ruler, the scholars have disagreed. Imams Abu Hanifah, Malik, Shaafi, and even earlier *Tabieen* such as Said ibn Al-Musayyab and most of the seven great jurists of Madinah, not only cautiously permitted but also themselves participated in taking up arms against unjust or illegitimate rulers. The reports disagree on the opinions of Imams like Ahmad ibn Hanbal and Al-Hasan Al-Basri on the issue. Some reports say that they too permitted taking up arms. Yet, over time and due to cumulative experience of the failure of many early revolts, the Sunnis inclined against taking up arms against the rulers unless they abandoned Islam altogether. Imam Ibn Taymiyah prohibited taking up arms against a Muslim ruler. Yet, he was the foremost example of speaking truth to power, in social and political protest and publicly criticizing the rulers and officials. On one occasion, he publicly threatened the ruler of Damascus to replace him with another ruler if he did not defend the city. Therefore, the best of even those scholars who have prohibited armed rebellion encouraged and participated in speaking truth to power.

The social and political protests in the Middle East today are in fact peaceful, and in that sense, they are in the best of the Sunni tradition. The significant scholars of the Ummah have all supported these protests. The most uplifting comment was to see the Imam and the people pray and cry for the people of Egypt in the Masjid-e-Nabvi, in the blessed city of Madinah. In summary, when wondering whether the current uprisings are "Islamic", we must remember that the protection of religion, life, reason, property and honour are the five agreed upon objectives of Islam. Any movement or project that seeks to attain these objectives for the people is in accordance with Islam and even required by it, so long as it does not violate the Shariah in defining or seeking these rights.

(*To be continued*)

## تنظیمی اطلاع

### مقامی تنظیم عارف والا کی دو اسروں میں تقسیم

حلقہ پنجاب شرقی کی مقامی تنظیم عارف والا کے امیر جناب ممتاز وٹو کا تبادلہ جھنگ ہوگیا ہے۔ جبکہ ایک ملتزم رفیق نے معذرت کرلی ہے۔ مقامی تنظیم کے لیے مطلوبہ تعداد (پانچ ملتزم رفقاء) میسر نہ ہونے کی بناء پر امیر حلقہ نے مذکورہ تنظیم کو دو اسروں میں تقسیم کرنے کی سفارش کی ہے۔ قائم مقام امیر محترم نے مشورہ کے بعد مذکورہ مقامی تنظیم کو دو اسروں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ فرمایا۔


ان شاء اللہ العزیز

جامع مسجد اقصیٰ، سیکٹر B-4، میر پور آزاد کشمیر میں
25 ستمبر تا یکم اکتوبر 2011ء
(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نمازِ ظہر)

**مبتدی تربیتی کورس**

اور

جامع مسجد رہائشی کالونی قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں
2 تا 8 اکتوبر 2011ء
(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

**ملتزم تربیتی کورس**

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء ان کورسز میں شامل ہوں،
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ (میر پور): فیاض اختر میاں 0345-8883449
برائے رابطہ (اسلام آباد): راجہ محمد اصغر 0333-5382262

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت
(042)36316638-36366638
0333-4311226


**تنظیم اسلامی کا پیغام**
**نظام خلافت کا قیام**

state, be it Muslim. It is also said: (The affairs of) this world can last with justice and unbelief but cannot last with injustice and Islam. The Messenger ﷺ has said in the same vein, "No sin is quicker in divine chastisement than usurpation of other's rights and severance of family ties." The usurper is punished in this very world, even if he might be forgiven in the Hereafter, for justice is the principle of everything. Thus, inasmuch as its affairs are based on justice, a state will persist, even if its rulers have no share in the Hereafter (due to their lack of faith). Yet if justice is absent, it will not persist, even it its rulers are rewarded in the Hereafter for their faith." (*Majmu` Fatawa*, 28:146)

We have seen the truth of these words repeatedly in history. Today, Western states are relatively just within themselves though this is declining (and that they are tremendously unjust to others and to the planet, etc., is a different matter), whereas in Muslim countries, while the majority believes in God, the virtue of justice has been all but lost. God is just and His laws are fair, and the leadership of the world is granted only to those who deserve it, while the Hereafter is for those who are believing as well as just.

**Seeking Justice through Social & Political Activation Is an Obligation**

Hardly any believing Muslim will disagree on the importance of justice, but the problem is that justice is not a piece of land that one occupies. It is rather a state of balance, which everyone must constantly seek at social, political and personal levels. Allah equates justice to a balance in Surah *Al-Rahman*:

> "And the heaven God has raised and He has established the Balance. Lo, transgress not that balance." [55:7-8]

The challenge is that seeking that balance requires speaking out without fear against all kinds of abuse of authority and power. It includes advising each other (*nasihah*), commanding what is right and forbidding what is wrong (*al-amr bil maruf wa nahy an al-munkar*). It requires encouraging each other to uphold truth and be patient (*tawasaw bil haqq wa tawasaw bil sabr*). These are duties that all Muslims recognize as the foundation of our Deen.

The fulfillment of these functions is an obligation of all Muslims at different levels; hence these are the rights that must be protected by any truly Islamic government and society. Just like *salah* is an obligation and any government that obstructs its fulfillment is no longer Islamic, but rather, in the words of the Quran, "*Taghut*" or Satanic, similarly, any family, community or government that does not protect the rights of Muslims to command right, forbid wrong, criticize those in power, and raise a voice for their rights cannot be called Islamic.

There is a dangerous myth created by some that public criticism of authorities is prohibited. In the wake of the current uprising, one scholar of Al-Azhar University wrote something to the effect that such protests, even if peaceful, are not known in Islam, and hence are prohibited! Many other scholars of Al-Azhar and elsewhere, however, have fully supported these protests. The teachings and practices of the greatest of our Sunni Imams --- from Abu Hanifah, Malik, Shaafi, Ibn Hanbal, Ghazali and Ibn Taymiyah down to courageous scholars today --- have been to criticize those in power openly and uncompromisingly. The Prophet ﷺ said, "The highest Jihad is to raise the word of truth (or word of justice, in some narrations) against an oppressive authority." (*Ahmad*, *Nasai*, *Abu Dawood*; graded *sahih* or *hasan*)

The greatest fear of tyrants over Muslims has been Islam's incomparable transformational power. Until today, their prisons remain filled with Muslims who wish to live Islam.

> "And they tortured them for no other reason but that they had believed in Allah, the Almighty, worthy of all Praise." [85:8]

To rise against tyranny and corruption to restore freedom, and against social, political and economic injustice to restore justice is the

Uwaymir Anjum

# A SEA CHANGE IN THE MIDDLE EAST

*[Not a lot has changed, but starting with the Jasmine Revolution in Tunisia and moving on to Egypt and other countries, a ray of unbeatable hope has spread across the lands of Islam. U. Anjum has analysed in depth the developments in the Middle East from a strictly Islamic perspective. He believes and argues that this uprising is "Islamic"---* ***Absar Ahmad****]*

## The Shariah Is Justice

The uprisings in the Middle East are calls to economic, social, and political justice, and there can be nothing more truly "Islamic" than that. For:

> "Allah indeed commands you to abide by justice and the doing of good and the giving (of charity) ... O you who believe, stand firm by justice, even if it is against you..." [16:90]

and

> "Let not the hatred of a people towards you incite you to neglect justice (in their respect): be just, that is closer to piety." [5:8]

Shaykh Al-Islam Ibn Taymiyah writes in his *Minhaj As-Sunnah*, "Ruling by justice is an absolute obligation in all occasions upon everyone and with respect to everyone." He further says, "Ruling by what God has revealed unto Muhammad ﷺ is but justice in a particular form --- indeed it is the most perfect and best type of justice and ruling by it is an obligation upon the Prophet ﷺ himself, as well as upon those who follow him..." (*Minhaj*, 1:32)

Imam Ibn Al-Qayyim writes elaborating on his teacher's observations, "Just politics (*as-siyasah al-`aadilah*) is part and parcel of (the Shariah) and a branch from its branches. One who truly comprehends the objectives (*maqasid*) of the Shariah, its rulings and their proper contexts, will never need any politics other than it. Politics is of two kinds: Unjust politics (consisting of oppressive or wrongful politics), which the Shariah prohibits, and just politics, which takes the rights of the weak from the unjust and the transgressing and hence is part of the Shariah; some know this and others do not" (*Al-Turuq Al-Hukmiyyah*, 10). Ibn Al-Qayyim further writes, "By whatever means justice is established, that is part of the religion of Islam."

This means that there are means to attain justice that are not specified explicitly in the Quran or the Sunnah, but are implicit, and must be known through human reason and experience. "Just politics (*as-siyasah al-`aadilah*) is not limited to the details specified in the Shariah and is amenable to change based on changing times and places. Except that its general objective is the establishment of justice, and its standard and criterion are the attainment of the welfare of the community..." *Turuq*, 16)

Finally, Ibn Taymiyah writes in his strongest statement on the issue, "Human welfare in matters of this world can be attained more with justice that is accompanied by sins (other than injustice) than with injustice in matters of people's rights even if that does not accompany (any other) sins. That is why it has been said: God establishes a just state (*dawlah*), be it unbelieving, but does not establish an unjust